۷۸۶/۹۲

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

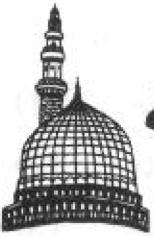

اَنْوَارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

علم تصوّف و عرفان کا
جامع چار ماہی رسالہ

بابت ستمبر 2010 تا اپریل 2011

جمادی الآخر تا ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

جلد ۵ تا ۷ ——— شمارہ ۱۷

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)

بنگلور

3/28 1st Cross V.R. Puram
Palace Guttahalli, Bangalore 560 003
Karnataka State (India)
Contact: 23444594

Please Visit our Website : www.internationalsuficentre.org

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیان

(1)	سید احمد ایثار صاحب	صدر
(2)	جناب اے اے خطیب	مینجنگ ٹرسٹی
(3)	جناب محمد تاج الدین انور	خازن
(4)	ڈاکٹر سید لیاقت پیراں	ٹرسٹی
(5)	یس۔یم۔اقبال احمد صاحب	ٹرسٹی
(6)	جناب عزیز اللہ بیگ	ٹرسٹی
(7)	جنابہ شائستہ یوسف صاحبہ	ٹرسٹی

اغراض ومقاصد

۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا۔

۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد واتفاق واخوت عوام کو بہرہ ور کرنا۔

۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اوران کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا۔

۴۔ صوفی مسلک پر سمینار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔

۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا

قیمت فی رسالہ 25 روپے

قیمت سالانہ 100 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

فخر عالم مددے دلبر داور مددے
یا محمدؐ بمن عاصی ومضطر مددے
نور اول مددے مرسل آخر مددے
صاحب جود وعطا سید وسرور مددے
رہبر کل مددے محسن اکبر مددے
ابر رحمت مددے شافع محشر مددے
تشنہ کام آمدہ ام بردرت اے بندہ نواز
بحر رحمت مددے ساقی کوثر مددے
از غم ورنج والم گشتہ پریشاں شارب
بہر حسنینؓ وپے زہرؓا وحیدؓر مددے

بفضل تعالی ماہانہ جلسہ باقاعدہ منعقد کیا جارہا ہے۔ اس ماہ 77/ماہانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شرکت کیے۔ جس میں غیر قوم بھی شامل تھے۔

الحمدللہ سترہ واں شمارہ پیش خدمت ہے۔ چند ناگزیر حالات کی وجہ سے اس کے شائع کرنے میں کافی تاخیر ہوئی جس کا ہمیں افسوس ہے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ بروقت شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

خاکپائے اولیاء کرام

اے اے خطیب

چیف اڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

از: خواجہ محمد اکبر وارثی ۔ حیدر آباد

تجھے ڈھونڈتا تھا میں چار سو تری شان جل جلالہ
تو ملا قریب رگِ گلو ، تری شان جل جلالہ

تری یاد میں ہے کلی کلی، ہے چمن چمن میں ہوا لعلی
تو بسا ہے پھول میں ہو بہو، تری شان جل جلالہ

تری جستجو میں ہے فاختہ، کہ کہاں تو جلوہ دکھائے گا
اسے دردکو کو ہے کوبہ کو، تری شان جل جلالہ

گرے قطرے ابر سے خاک پر، تو یہ بولا سبزہ اٹھاکے سر
دیا غیب سے مجھے آب جو، تیری شان جل جلالہ

ترا رنگ لعل وگہر میں ہے، ترا نور شمس وقمر میں ہے
تری ذات عَمّ نوالہ، تری شانہ جل جلالہ

ترے حکم سے جو ہوا چلی، تو چٹک کے بولی کلی کلی
ہے کریم تو، ہے رحیم تو، تری شان جل جلالہ

ترا ڈالی ڈالی پہ وصف ہے، تری پتے پتے پہ حمد ہے
ترا غنچے غنچے پہ رنگ وبو تری شان جل جلالہ

ترا جلوہ دونوں جہاں میں ہے، ترا نور کون ومکان میں ہے
یہاں تو ہی تو، وہاں تو ہی تو تری شان جل جلالہ

ہے دعائے اکبر ناتواں نہ تھکے قلم نہ رکے زباں
میں لکھوں پڑھوں یہی باوضو ، تری شان جل جلالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت شریف

مخمس بر غزل مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

از: حضرت شاہ خاموشؒ حیدرآباد

پری رُو کا ہو سودا پریشان حال ہوں بردم   متاعِ دل دیا ہوں میں نہ کیوں ہو دل میرا برہم
جو جی چاہے سو کہتے ہیں ہر ایک مخلوق اور عالم   نہ من بیہودہ گرد کوچہ وبازار می گردم
مذاق عاشقی دارم پے دیداری گردم

نہ شادی کی مجھے شادی نہ غم کا ہے مجھے کچھ غم   محبت کا میں بندہ ہوں میرا مستی کا ہے عالم
میرا تو سجدہ گہ اوس ابروئے دلدار کا ہے خم   شرابِ شوق می نوشم بگردِ یاری گردم
سخن مستانہ می گویم دلے ہشیار میگردم

نہ چھوڑا بحر کو ہرگز ہوا بہترا سرگرداں   خدا بس اپنا حافظ ہے اگر ہے موج اور طوفاں
کبھی اللہ بھر دے گا دُرِ مقصود سے داماں   ہزاراں غوطہا خوردم دریں دریائے بے پایاں
برائے گوہر معنی بدریا قصری گردم

براہوں میں تو ہوں تیرا بھلا ہوں میں تو ہوں تیرا   وسیلہ کوئی نہیں مجھ کو سوا تیرے مرے مولا
میں اب خاموشؔ بیٹھا ہوں زباں سے کہہ نہیں سکتا   بیا شاہا عنایت کن تو مولانائے رُومی را
غلام شمس تبریزم قلندر واری گردم

ماخوذ: دیوانِ خاموشؔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیات قرآنی: شان حبیب الرحمٰن

از:...... حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی مدظلہ بدایونی

آیت ۳۹: خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (پارہ ۱۱ سورۃ التوبہ رکوع ۱۲) اے محبوب ان کے مالوں سے صدقہ وصول فرماؤ جس سے تم ان کو ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ایسی شانیں بیان فرما رہی ہیں کہ سبحان اللہ قربان جائیے شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جب غزوہ تبوک ہوا تو مدینہ منورہ کے مومنین کی ایک جماعت اس میں شامل نہ ہو سکی اپنے کاروبار میں مشغولیت کی وجہ سے جب رسول اللہ علیہ السلام مع مجاہدین کے واپس تشریف لائے تو انہوں نے اپنے جسموں کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھالی کہ ہم کو حضور علیہ السلام اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولیں گے جب حضور علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں اور انہوں نے اپنے کو کیوں باندھا ہے تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ان سے یہ قصور ہوا کہ آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت نہ کی اب شرمندہ ہیں اور توبہ کرتے ہیں فرمایا قسم رب کی اس وقت تک ان لوگوں کو نہ کھولوں گا جب تک رب کا حکم نہ آئے کہ کھول دو پھر ان کی توبہ قبول کی گئی اور یہ حضرات کھولے گئے۔

تب ان صاحبوں نے اپنا مال پیش کیا چوں کہ اس مال میں مشغولیت کی وجہ سے ہم جہاد سے رک گئے لہذا یہ مال بطور کفارہ حاضر ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس مال کے لئے حکم نہیں فرمایا گیا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری (خزائن العرفان) اور فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ ان کا یہ مال وصول فرمالو اور ان کے لئے دعا بھی فرمالو کیونکہ تمہاری یاد سے ان کے دلوں کو چین ہوتا ہے آخر تمہارے ہیں اگر تم ہی ناراض ہو جاؤ تو کس کے ہو کر رہیں اور ان کو پاک فرمادو۔

اس آیت سے چند طرح سے حضور علیہ السلام کی نعت ثابت ہوئی۔ اولاً تو اس طرح کہ لاکھ عمل کئے جاویں مگر ان کی مقبولیت توجہ محبوب سے ہوتی ہے۔ صدقہ کرنا خدا کی عبادت ہے۔ مگر قبول ہو بطفیل حضور علیہ السلام۔ دوسرے یہ کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ گناہ کی معافی حضور علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوتی ہے تب ہی تو مسجد نبوی میں آئے اور حضور علیہ السلام سے اپنے آپ کو کھلوانے کے خواہش مند ہوئے تیسرے اس طرح کہ حضور علیہ السلام کو ہر گندگی گناہ سے پاک فرمانے والے ہیں اعمال صالحہ تو ذریعہ پاکی ہیں' یہاں فرمایا گیا کہ تم ان کے صدقہ کے ذریعہ سے پاک کر دو۔ اگر لاکھوں عبادات کی جاویں اور بارگاہ رسالت میں قبولیت نہ ہو تو سب بیکار ہیں اور کرنے والا ویسا ہی گندا ہے۔ چوتھے یہ کہ عادت اللہ یہ جاری ہے کہ جب کوئی بھی رحمت بھیجنا ہوتی ہے تو رب تعالیٰ محبوب سے فرماتا ہے کہ پیارے تم پہ یہ ہم سے ان کے لئے مانگو تب ہم بھیجیں۔ اس لے فرمایا گیا کہ تم ان کے حق میں دعا کرو۔

ع: تیری رضا حلیف قضا وقدر کی ہے

وہ اس پر بھی قادر تھا کہ بغیر دعائے محبوب نازل فرماتا' مگر نہیں بلکہ فرماتا ہے کہ تم دعا کرو تو ہم رحمت کریں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ ہر جمعہ اور دوشنبہ کو تمام اعمال نامۂ اعمال ہماری بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور ہم سب کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا فرماتے ہیں اب بھی یہ اعمال کی پیشی کس لئے ہوتی ہے اسی لئے کہ قبول کی شرط دعائے محبوب ہے۔ پانچویں اس طرح کہ صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام کی دعا سے چین آتا تھا۔

ان کا مبارک نام بھی بے چین دل کا چین ہے — جو مریض لادوا اُسکی دوا یہ ہی تو ہیں

انسان تو پھر بھی عقل رکھتا ہے۔ آپ کی ذات سے آپ کے کلام سے تو اونٹ' ہرن' اور سوکھی لکڑیاں چین پاتی ہیں۔ حنانہ ستون فراق میں رویا' اونت نے مالک کی شکایت کی۔ ہرنی شکاری کے جال میں پھنس گئی اس نے حضور علیہ السلام سے شکایت کی کہ میرے بچے بھوکے ہیں۔ اگر کچھ دیر کیلئے اجازت مل جاوے تو بچوں کو دودھ پلا کر ابھی حاضر ہوتی ہوں۔ دیکھو مشکوٰۃ شریف اور ہرنی کا واقعہ دیکھو شرح دلائل الخیرات حزب دوم یوم سہ شنبہ۔ غرضکہ آپ کی ذات پاک تمام مخلوق کے دل کا چین ہے جس کو اُن کے نام سے چین نہ آوے وہ اپنی فطرت سے گر گیا۔ جیسے کہ بخار والا میٹھی چیز کو کڑوی محسوس کرتا ہے۔

آیت ۴۰: **لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْ مِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ** (پارہ ۱۱ سورۂ توبہ' رکوع ۱۶) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے ہیں تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں۔

مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔
یہ آیت کریمہ کیا ہے حضور علیہ السلام کی نعت کا گنجینہ ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام کا میلاد پاک
ارشاد ہوا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر کرنا ہی تو میلاد ہے۔ تمام لوگ حضور علیہ السلام
دنیا میں آنا جانتے تھے۔ پھر جانی ہوئی چیز کو کیوں بیان فرمایا۔ اس لئے کہ اس سے ولادت کا ذکر ہوا، اور
حضور علیہ السلام کی عزت کا اظہار اور پیغمبروں نے بھی اپنی امتوں کے سامنے حضور کے آنے کی بشارت
دی تھی معلوم ہوا کہ میلاد پاک سنت الہیہ اور سنت انبیاء ہے۔
. اس آیت میں حضور علیہ السلام کے چھ وصف بیان ہوئے (۱) رسول (۲) تم میں سے (۳) ان
تمہاری تکلیف بھاری پڑتی ہے (۴) تم پر حریص ہیں (۵) مسلمانوں پر رؤف (۶) رحیم ہیں۔
رسول کی تشریف آوری ماننا اسی پر تو ایمان کا دارومدار ہے' بشر یا اپنا مثل اور بھائی ماننے سے کوئی
مسلمان نہیں ہوتا' ابولہب نے بھتیجہ ہونے کی وجہ سے ولادت کی خوشی منائی' اور ابوطالب نے بھی اسی رشتہ
کی وجہ سے خدمت کی۔ اگر رسول ہونے کی وجہ سے یہ کام کرتے تو مسلمان اور صحابی ہوتے۔ اس لئے
یہاں رَسُوْل' فرمایا گیا۔
یہاں 'رَسُـوْل' فرمایا اور آیت معراج میں بعبدہ فرمایا۔ کیونکہ حضور رب کی بارگاہ میں شان
بندگی سے حاضر ہوئے' ہمارے پاس پیغمبری کی شان سے تشریف لائے گئے بندے ہو کر آئے رسول' نور
برہان' نعمت اللہ ہو کر' موقع کے مطابق القاب بولے جاتے ہیں۔ جو شخص انھیں بندہ کہہ کر پکارے وہ ایسا
ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو بیٹا کہہ کر پکارے' یا تو رسول کے معنی ہیں بڑا رسول یا وہ رسول یعنی میثاق والا پیغمبر
من انفسکم میں دو قراتیں ہیں ایک تو ف کا زبر اور دوسرے ف کا پیش۔ اگر زبر پڑھا جاوے تو معنے ہوں
گے تم میں سے نفیس ترین اور بہترین جماعت میں آئے۔ اور واقعہ ہے کہ تمام دنیا میں عرب افضل' عرب
میں قریش بہتر اور قریش میں بنی ہاشم' حضور علیہ السلام بنی ہاشم مین پیدا ہوئے اسی طرح تمام زبانوں میں
عربی زبان بہتر کیونکہ عربی میں قرآن آیا اور بعد موت تمام من کی زبان عربی ہے جنت والوں کی زبان
عربی اور حضور علیہ السلام کی زبان بھی عربی ہے۔
نیز تمام دنیا کے شہروں میں مکہ معظمہ اعلیٰ شہر' وہی حضور علیہ السلام کا ولادت گاہ' اسی طرح تمام نسبوں
میں حضور علیہ السلام کا نسب پاک نہایت پاک اور ستھرا از آدم تا حضرت عبداللہ کوئی زانی نہ گذرا حضور علیہ
السلام ہر زمانہ میں بہترین لوگوں کی پیشانیوں میں جلوہ گر رہے جیسا کہ جیسا کہ مشکوٰۃ باب فضائل سید
المرسلین کی پہلی حدیث میں ہے۔
اسی طرح حضور علیہ السلام کے سارے آباواجداد میں از آدم تا حضرت عبداللہ کوئی بھی مشرک اور

بُت پرست نہ گذرا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر نہیں بلکہ تارخ ہیں' اور قرآن میں ان کو حضرت ابراہیمؑ کا والد فرمایا بمعنی چچا۔ اسی طرح حدیث پاک میں جو آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اِنَّ اَبِیْ وَ ابَاکَ فِی النَّار یعنی تمہارا اور میرا باپ جہنم میں ہے' اس میں بھی ابی سے مراد چچا ابو طالب ہیں۔

مشکوۃ باب زیارت القبور میں ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی والدہ طاہرہ آمنہ خاتون کے مزار پاک پر گئے اور بہت روئے اور فرمایا کہ ہم نے والدہ کی قبر کی اجازت چاہی مل گئی۔ مگر اجازت چاہی کہ والدہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اس سے منع کر دیا گیا۔

اس حدیث کی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ معاذ اللہ مومنہ نہ تھیں مگر یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ رونا تو والدہ کے فراق میں ہے۔ اس سے ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا' اور مغفرت کی دعا سے رب کا منع فرمانا وہ اس لئے ہے کہ دعائے مغفرت گنہگار کے لئے کی جاتی ہے اور وہ گنہگار نہیں ہیں اسی لئے بچہ کے جنازے کی نماز میں اس کو دعا نہیں کرتے' گنہگار تو وہ ہے جس کے پاس نبی کے احکام پہنچیں اور وہ ان کے خلاف کرے حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ خاتون نے حضور علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ نہ پایا' اور پہلے پیغمبروں کے دین بدل چکے تھے' ان کی تعلیم غائب ہو چکی تھی' اب وہ عمل کس پر کرتے؟ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بے گناہ تھیں اور دعا گنہگار کے لئے ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ وہ کافر ہوتیں تو حضور علیہ السلام کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ ملتی۔ کیونکہ کفار کی قبروں کی زیارت کرنا بھی حرام ہے' قرآن فرماتا ہے: لَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ اے محبوب ان کفار و منافقین کی قبروں پر آپ کھڑے بھی نہ ہوں انہوں نے اللہ و رسول کا کفر کیا۔ بہر حال یہ ماننا ہو گا کہ حضرت آمنہ و عبد اللہ مومن تھے کافر نہ تھے۔

ایک تحقیق یہ رہ گئی کہ آخر وہ کس دین پر تھیں' ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان کی زندگی میں اسلام دنیا میں نہ آیا تھا اور دوسرے انبیاء کے دین مٹ چکے تھے' ان کو اصحاب فترۃ کہتے ہیں ان کے لئے صرف توحید کا عقیدہ یعنی بت پرستی نہ کرنا اور اللہ کو ایک ماننا کافی ہے۔

حضرت آمنہ خاتون اور حضرت عبد اللہ بھی ان ہی میں سے تھے اور اسی پر ان کا انتقال ہوا پھر حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام نے ان دونوں صاحبوں کو زندہ فرما کر ان کو مشرف باسلام کیا لہٰذا اب اس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے رسالے لکھے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے ایک کتاب لکھی' شمول الاسلام لاباء الکرام۔

جس مچھلی کے شکم میں یونس علیہ السلام رہے۔ اس مچھلی کا شکم عرش سے افضل' کیونکہ اس میں ایک نبی

کو معراج ہوئی مثنوی میں ہے۔ ؎

زانکہ قرب حق بروں از صا حسیب
شانِ من بالا وشانِ او نشیب

اسی طرح حضور علیہ السلام کے صحابہ تمام پیغمبروں کے صحابہ سے افضل ہیں' آپ کے اہل بیت تمام پیغمبروں کے گھر والوں سے بڑھ کر' آپ کا زمانۂ پاک تمام زمانوں سے افضل' اور آپ کی ولادت پاک کا دن یعنی دوشنبہ بعض اماموں کے نزدیک تمام دنوں سے بہتر' آپ کی پیدائش پاک کا مہینہ ربیع الاول سال کے بہت سے مہینوں سے افضل' آپ کی قبر انور کی وہ زمین جس سے جسم شریف ملا ہوا ہے' کعبہ معظمہ اور فرش وعرش وکرسی سے افضل دیکھو شامی باب الحج۔

غرضکہ جس چیز کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوگئی وہ افضل' فقہا نے ایک بحث کی ہے کہ تمام پانیوں میں سے کونسا پانی افضل ہے' بعض نے کہا ہے آب زمزم' مگر بعض فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر وہ پانی ہے جو کہ ایک جنگ کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک پیالے میں ہاتھ رکھ دیا اور آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوگیا' یہ پانی تمام پانیوں سے افضل ہے' کیونکہ زمزم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا' اور یہ پانی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے۔ اسی طرح جس کھانے میں حضرت جابر کے یہاں حضور علیہ السلام نے اپنا منہ کا لعاب ڈال دیا وہ کھانا تمام کھانوں سے افضل ہے۔ دوسری قرأت میں ہے: اَنْفَسِکُمْ یعنی ف کا پیش ہو تو اس کے معنی ہوئے' تمہاری نفسوں میں سے یعنی تم میں سے نبی آئے یعنی یہ نبی فرشتوں یا جنات یا غیر عرب میں نہ آئے بلکہ انسانوں میں آئے جس سے قیامت تک نسل انسانی فخر کرے گی اور عرب میں تشریف لائے جس سے کہ عرب تمام میں ممتاز ہوگیا۔ یہ مطلب کہ ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسا روح کا آنا قالب میں کہ ہر وقت جسم میں رہتی ہے مگر نگاہ سے غائب۔ اسی طرح اے مسلمانو وہ تمہارے دل میں رہتے ہیں تمہارے خیال میں ہیں۔ مگر نگاہوں سے غائب ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثلِ نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

اب جو آگے فرمایا جارہا ہے کہ تمہاری مشقت اُن پر بھاری ہے۔ یعنی تمہاری تکلیف سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے اس کا مطلب بالکل ظاہر ہوگیا کہ جب وہ تم میں ایسے آئے جیسے کہ قالب میں جان تو جسم کے ہر عضو کی تکلیف سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کی تکلیف سے ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مسلمانوں کے ہر حال سے ہر وقت خبردار ہیں ورنہ ہماری تکلیف سے ان کو بے چینی کس طرح ہوسکتی ہے۔

جَآءَ کُمْ سے معلوم ہوا کہ تمام جگہ حضور علیہ السلام تشریف لائے حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا اور

یہاں یہ نہ فرمایا گیا کہ کہاں سے تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ وہاں سے آئے جہاں کہ کہاں بھی نہیں یعنی لا مکان سے آئے مکان میں آئے' قرب حق سے آئے اور قرب حق میں لاکھوں سال رہے۔

نکتہ: رب خود چھپا رہا مگر محبوب کو بھیج دیا کیونکہ ظاہر پر مخالف وموافق کی نگاہ پڑتی ہے اور اغیار کو دکھانا منظور نہیں۔

معشوق عیاں بے گذرد بر تو لیکن اغیار ہمی بیند ازیں بستہ حجاب است

ذاتِ مصطفےٰ عظمت الٰہی کے لئے ڈھال کی مثل ہے کہ کام تو رب کام کرتے ہیں مگر اس پر مصائب خود جھیلتے ہیں۔ رب نے پردہ سے یہ تو فرمادیا کہ جو میرے حبیب کو ایذا دے گا اس سے بدلہ لوں گا۔ مگر ظاہر نہ ہوا حَرِیْص '' عَلَیْکُمْ کے معنی یہ ہیں کہ تو اپنی اولاد کے آرام کا حریص ہوتا ہے' کوئی اپنی عزت کا کوئی پیسہ کا۔ کوئی کسی اور چیز کا۔ مگر محبوب علیہ السلام نہ اولاد کے نہ اپنے آرام کے' تمہارے حریص ہیں اسی لئے ولادت پاک کے موقع پر ہم کو یاد کیا۔ معراج میں ہماری فکر رکھی' بروقت وفات ہم کو یاد فرمایا' قبر میں جب رکھا گیا تو عبداللہ ابن عباس نے دیکھا کہ لب پاک ہل رہے ہیں' غور سے سُنا تو امت کی شفاعت ہو رہی ہے رات رات بھر جاگ کرامت کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے ہیں کہ خدایا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں' اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو عزیز اور حکیم ہے۔

قیامت میں سب کو اپنی اپنی جان کی فکر ہوگی' مگر محبوب علیہ السلام کو جہاں کی۔ سب نبی نفسی فرمائیں اور محبوب علیہ السلام امتی امتی صلی اللہ تعالیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

آیت ۴۱: قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ (پارہ ۱۱: سورۂ یونس' رکوع ۱۱) تم فرماؤ کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آ گیا۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور علیہ السلام کی نعت شریف ہے۔ اس لئے کہ اس میں فرمایا ہے کہ تمہارے پاس حق آیا' حق سے مراد تو قرآن ہے یا دین اسلام اور یا خود حضور علیہ السلام کی ذات مبارک' معلوم ہوا کہ حضور کے اسماء میں سے ایک نام حق بھی ہے' دوسرے یہ کہ سب تو حق پر ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام خود سراپا حق ہیں جس نے ان کو دیکھا حق کو دیکھا' اور تو مومن ہیں مگر حضور علیہ السلام ایمان ہیں اور تو عارف ہیں' مگر حضور علیہ السلام عرفان ہیں اور تو عالم ہیں' حضور علیہ السلام سراپا علم ہیں آپ ہی کے حالات جاننا علم ہے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰے اٰلِہٖ وَ اَصْحٰبِہٖ وَ سَلَّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصّلوٰۃ

حدیث

باب ا: اذان کی ابتدا

۲۱۳......حدیث: حدیث ابن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ میں آئے تو ابتدا میں وقت مقررہ پر از خود جمع ہو جایا کرتے تھے اور نماز پڑھ لیا کرتے تھے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ پھر ایک دن اس کے متعلق مسلمانوں نے آپس میں گفتگو کی (کہ اطلاع کا کوئی انتظام ہونا چاہیئے) چنانچہ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ نصاریٰ کے ناقوس (گھنٹے) کی مانند ناقوس بجایا جائے۔ کچھ نے کہا کہ نہیں یہود کے سنکھ (نرسنگھا) کی مانند بجایا جائے حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ کیوں نہ ایک آدمی مقرر کر دیا جائے جو نماز کی منادی کر دیا کرے یہ سُن کر رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے کہا: اٹھو! نماز کا اعلان کر دو۔

اخرجه البخاري في: کتاب ۱۰ باب بدء الاءذان

باب ۲: اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور تکبیر اقامت سوائے "قد قامت الصلوٰۃ" کے ایک ایک مرتبہ کہے جائیں۔

۲۱۴......حدیث انس ؓ، حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں: (نماز کے اعلان کے سلسلہ میں) لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا پھر اس ضمن میں یہود و نصاریٰ کے طریقوں کا ذکر آیا (کہ وہ یہ ب... کرتے ہیں) اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں اور اذان میں (اذان کے کلمات) دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت کے لئے (یہی کلمے) ایک ایک مرتبہ کہیں۔

اخرجه البخاري في: کتاب ۱۰ باب بدء الاءذان

باب ۷: اذان سُننے والا بھی وہی کلمات دہرائے جو مؤذن کہتا ہے پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور آپؐ کیلئے "وسیلہ" کی دُعا مانگے۔

۲۱۵......حدیث ابو سعید خدری ﷜' ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا' جب تم اذان سنو وہی کلمات کو جو موذن کہتا ہے:

البخاری فی: کتاب ۱۰ الاءذان : باب ۷ ما یقول اذا سمع المنادی

باب ۸......اذان کی فضیلت کابیان اور یہ کہ اذان سن کر شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

۲۱۶: حدیث: ابو ہریرہ ﷜: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کری ﷺ نے فرمایا: جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے اور (خوف ودہشت کی وجہ سے) اس کی ''ہوا'' خارج ہوتی جاتی ہے اور اتنی دور چلا جاتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے پھر لوٹ کر آتا ہے پھر جب ''اقامۃ'' کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ جب اقامۃ ختم ہو جاتی ہے دوبارہ واپس آجاتا ہے اور انسان کے دل میں وسوسے پیدا کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے'' یہ'' یاد کر'' وہ'' یاد کر یعنی ہر وہ بات جو اسے پہلے یاد نہیں تھی (نماز میں کھڑے ہوتے ہی اسے یاد دلانے لگتا ہے) نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (اس شیطانی چکر میں اُلجھ کر انسان کو) یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔

البخاری فی: کتاب ۱۰ الاءذان : باب ٤ فضل التاذین

نماز میں ہر دفعہ جھکنے اور اٹھنے کے موقع پر اللہ اکبر کہنے اور رکوع سے اٹھتے وقت ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ' کہنے کاثبوت

۲۱۹: حدیث: ابو ہریرہ ﷜: حضرت ابو ہریرہؓ نماز پڑھاتے وقت جب جھکتے تھے یا اُوپر اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا کرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد آپ نے کہا تھا: میری نماز تم سب لوگوں کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۱۰ الاءذان : باب ۱۱۵ اتمام التکبیر فی الرکوع

۲۲۰: حدیث: ابو ہریرہ ﷜ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز ادا فرماتے تھے تو کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے اور جب رکوع میں جاتے تو پھر اللہ اکبر کہتے لیکن جب رکوع سے اٹھتے تو ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ' کہتے اور پھر کھڑے کھڑے ''ربنا لک الحمد'' کہا کرتے تھے۔ پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدے میں چلے جاتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو پھر

اللہ اکبر کہتے پھر دوبارہ سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہتے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت بھی
اللہ اکبر کہتے تھے اور اسی طرح آپؐ پوری نماز میں کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز ختم فرماتے
اور دو رکعت کے بعد جب قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے تھے اس وقت بھی اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔

اخرجه البخاري في: كتاب١٠ الاء ذان : باب ١١٧ التكبير اذا قام من السّجود

٢٢١: حدیث: عمران بن حصین ؓ مطرفؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن
حصینؓ نے حضرت علی ؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضرت علیؓ جب سجدے میں جاتے تھے تب بھی اللہ
اکبر کہتے تھے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تھے تب بھی اللہ اکبر کہتے تھے اور جب دو رکعت
پوری کرنے کے بعد اٹھتے تب بھی اللہ اکبر کہتے تھے جب نماز ختم ہوگئی تو عمران بن حصینؓ نے میرا
ہاتھ پکڑ کر مجھ سے کہا: آج کی نماز نے مجھے نبی کریم ﷺ کی نماز یاد کرادی۔ یا آپ نے یہ الفاظ
کہے تھے: حضرت علیؓ نے ہمیں رسول اکرم ﷺ کی نماز پڑھائی۔

اخرجه البخاري في: كتاب١٠ الاء ذان : باب ١١٦ اتمام التكبير في السجود

باب ١١ : ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور اگر سورۂ فاتحہ اچھی طرح نہ پڑھ سکے اور اس کا سیکھنا بھی ممکن نہ ہو تو پھر قرآن مجید میں سے جو ممکن ہو پڑھ لے۔

٢٢٢: حدیث: عبادہ بن صامت ؓ: حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے
فرمایا جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔

اخرجه البخاري في: كتاب١٠ الاء ذان :باب ٩٥ وجوب القراءة للامام والمام موم في الصلوات كلها

٢٢٣: حدیث: ابو ہریرہ ؓ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: نماز کی ہر رکعت میں قرأت کرنا چاہیے
جن نمازوں میں رسول کریم ﷺ نے ہمیں سنا کر قرأت فرمائی ان میں ہم نے بھی تم کو سنا کر (بلند آواز
سے) پڑھا اور جن نمازوں میں آپؐ نے (آہستہ پڑھ کر) ہم سے چھپایا ان میں ہم بھی (آہستہ
پڑھ کر) تم سے چھپاتے ہیں۔ (نماز میں) سورۂ فاتحہ پڑھ کر مزید قرآن نہ پڑھا جائے تو کافی ہے
(نماز ہو جاتی ہے) اور اگر مزید قرآن پڑھے تو بہتر ہے۔

اخرجه البخاري في: كتاب١٠ الاء ذان :باب ١٠٤ القراة في الفجر

٢٢٤: حدیث: ابو ہریرہ ؓ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مسجد میں
تشریف لائے اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اس نے نبی کریم ﷺ
کو سلام کیا۔ آپؐ نے اسے سلام کا جواب دیکر فرمایا: جاؤ نماز (دوبارہ پڑھو) کیونکہ تم نے نماز نہیں

پڑھی۔ اس شخص نے جا کر پھر نماز پڑھی اور واپس آ کر آپ کو سلام کیا۔ آپؐ نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ جاؤ نماز ادا کرو تم نے نماز نہیں پڑھی: اسی طرح تین مرتبہ وہ شخص نماز پڑھ کر آیا اور آپؐ اسے ہر مرتبہ فرماتے رہے کہ جاؤ پھر نماز ادا کرو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ بالآخر اس شخص نے عرض کیا "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے' میں نماز کا اس سے بہتر طریقہ نہیں جانتا' لہٰذا آپؐ مجھے سکھا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو پہلے "اللہ اکبر" کہو پھر جتنا قرآن تم بآسانی پڑھ سکتے ہو' پڑھو پھر رکوع میں اطمینان حاصل ہو جائے تو رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اس کے بعد سجدے کرو اور جب سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے تو سجدے سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ' (جب قعدے میں اطمینان حاصل ہو جائے) تو دوبارہ سجدہ کرو حتیٰ کہ تم کو سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے (یہ ایک رکعت ہوئی) پھر اپنی پوری نماز اسی طرح کیا کرو۔

اخرجه البخاري في: كتاب ١٠ الاء ذان: باب ١٢٢ امر النبی ﷺ الذي لا يتيم ركوعه بالاعادة

باب ۱۳: بسم اللہ کو (نماز میں) بلند آواز سے نہ پڑھنے کی دلیل

۲۲۵: حدیث: انس ﷺ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نماز کی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے کیا کرتے تھے۔

اخرجه البخاري في: كتاب ١٠ الاء ذان: باب ٨٩ ما يقول التكبير

باب ۱۶: نماز میں تشہد پڑھنے کا بیان

۲۲۶: حدیث: عبداللہ بن مسعود ﷺ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ابتدا میں جب ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو کہا کرتے تھے: السّلام علی اللہ قبل عبادہ' السّلام علیٰ جبرئیلؑ السّلام علیٰ میکائیل' السّلام علیٰ فلان۔ "بندوں سے پہلے اللہ پر سلام، میکائیل پر سلام اور فلاں شخص پر سلام وغیرہ۔" پھر (ایک دن) نماز سے فارغ ہو کر حضرت نبی اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے اور اس لیے تم جب (تشہد کے لیے) نماز میں بیٹھا کرو' تو اس طرح کہا کرو: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کیوں کہ جب اس طرح سلام بھیجا جائے گا تو زمین و آسمان میں اللہ کے جتنے صالح بندے موجود ہیں سب پر سلام پہنچ جائے گا! (اس کے بعد کہو) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ' یہ پڑھنے کے بعد جو دعا اللہ سے مانگنا چاہے مانگے۔

اخرجه البخاري في: كتاب ٧٩ الاستيذان: باب ٣ السّلام اسم من اسماء الله تعالیٰ

باب ۱۷: تشہد کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا طریقہ

۲۲۷۔حدیث کعب بن عُجرہ ﷺ: عبدالرحمن بن ابولیلی بیان کرتے ہیں کہ مجھے کعب بن عجرہؓ ملے اور کہنے لگے: میں تم کو وہ حدیث تحفہ نہ دوں جو نبی کریم ﷺ سے میں نے خود سُنی ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں ضرور دیجئے! چنانچہ انھوں نے وہ تحفہ مجھے دیا۔ انھوں نے بیان کیا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپؐ پر اور اہل بیت پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سکھا دیا ہے ہم آپؐ پر اور اہل بیت پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپؐ نے فرمایا: اس طرح کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"

اخرجه البخاری فی: کتاب ٦٠ النبیاء: باب ١٠ حد ثنا موسیٰ بن اسمٰعیل

۲۲۸۔حدیث ابوحمید ساعدی ﷺ: حضرت ابوحمیدؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپؐ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپؐ نے فرمایا: اس طرح کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"

اخرجه البخاری فی: کتاب ٦٠ النبیاء: باب ١٠ حد ثنا موسیٰ بن اسمٰعیل

باب ۱۸: سمع اللہ لمن حمدہٗ ربّنا لک الحمد اور آمین کہنے کا بیان

۲۲۹۔حدیث۔ابو ہریرہ ﷺ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو سب (مقتدی) "رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ" کہو: اس لیے کہ جس کا قول ملائکہ کے قول سے مطابق ہوگیا اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوگئے

اخرجه البخاری فی: کتاب ٦٠ الاذان: باب ١٢٥ فضل اللّٰهم ربّنا و لك الحمد

۲۳۰۔حدیث۔ابو ہریرہ ﷺ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی آسمان پر ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پھر تمہاری اور ان کی آمین باہم ہم آہنگ ہوجاتی ہے اور کہنے والے کے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ٦٠ الاذان: باب ١٢٥ فضل اللّٰهم ربّنا و لك الحمد

۲۳۱۔حدیث۔ابو ہریرہ ﷺ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام (نماز پڑھاتے وقت) کہے: "غیر المغضوب علیھم ولا الضّالّین" تو سب آمین کہو اس لیے کہ جس کا (آمین) کہنا ملائکہ کے (آمین) کہنے سے مطابقت کھا جائے گا اس کے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ١٠ الاذان: باب ١١٣ جهر العاموم بالتامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سر الاسرار۔ رازوں کے راز

از:.......................حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ

ترجمہ:....................علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری

جسمانی شہر روحانی دکان

جسم کے شہر میں روحانی دکان پائی جاتی ہے۔ جس کا سودا سلف' سینہ اور ظاہری اعضاء ہیں اور اس کی ''آمدنی'' شریعت ہے اور اس کی تجارت احکام شریعہ پر عمل کرنا ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر فرض ٹھرایا ہے اور ان اعمال میں شرک کا شبہ تک نہ داخل ہونے پائے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ لَایُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ اَحَدًا (الکھف پ١٦ آیت ١١٠)

اللہ یکتا ہے اور یکتائی کو ہی پسند کرتا ہے۔ یعنی ایسے اعمال جو ریا۔ سمعہ' تکلف' بناوٹ اور ریا سے صاف و پاک ہوں۔ کیونکہ ولایت کشف و کرامات سے بھی عبارت ہے۔ اس لئے پانی پر چلنا' ہوا میں اڑنا آنا فانا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا' دور دراز سے سن لینا اور باطن میں پوشیدہ رازوں کا جاننا اور ظاہر کرنا وغیرہ یہ اہل معرفت کے نزدیک ولایت سے نہیں بلکہ رہبانیت کے درجات سے ہے۔ گو عالم آخرت میں ان اعمال کا منافع جنت' حوریں اور محلات' غلمان' شراباً طہوراً اور دیگر نعمتیں ہیں۔ جو بھی پہلی ہی جنت کا ساز و سامان ہیں۔ جسے جنت ماویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

روحانی شہر اور روحانی دکان

روح روانی کا مقام قلب ہے اور اسکا مال و متاع (ساز و سامان) علم طریقت ہے۔ اور اسکی تجارت بارہ اسمائے اصول میں سے پہلی چار اسمائے گرامی کے ذکر میں مشغول ہونا ہے۔ ایسے کہ حروف و صوت کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (بنی اسرائیل پ١٥ آیت ١١٠)

میرے حبیب آپ فرمایئے کہ اللہ اللہ کہہ کر پکارو! یا رحمٰن سے' سبھی اچھے نام اسی کے ہیں جو چاہو پکارو!

نیز ارشاد ہوا۔ وَلِلّٰهِ الْاَ سْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ (سورۂ اعراف: ۱۸۰) اور بہت ہی اچھے نام تو

اللہ تعالیٰ کے ہیں پس تم ان سے ہی اسے پکارو!

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسمائے حسنٰی وظیفۂ قلبی ہے جو علم باطنی کا مقام ہے اور اسمائے الٰہیہ کی

معرفت کا سبب توحید کا ثمرہ ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اَنَّ لِلّٰهِ تَعالیٰ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ اَسْماءٌ مَنْ اَحْصاھَا دَخَلَ

الْجَنَّةَ. بیشک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی ہیں جس نے انہیں محفوظ (یاد) کر لیا وہ جنتی ہے نیز فرمایا الف

ایک حرف ہے اور اس کا تکرار کرنا ہزار حرف ہیں (یعنی بار بار اس لفظ کو پڑھنا ثواب میں ہزار گنا بڑھ جائیگا)۔

نیز گنتی سے مقصد ہے کہ انسان ان اسماء کے ساتھ موصوف ہونے کی کوشش کرے۔ اور یہ بارہ اسمائے گرامی

ہیں کلمۂ توحید کے بارہ حروف کے برابر ہیں جنہیں اسمائے اصول سے تعبیر کرتے ہیں۔ اصول بمعنی اصل یعنی

بنیاد گویا کہ ان اسماء کی مختلف قلبی ہیئت میں ہر حرف کیلئے ایک اسم ثابت ہے اور ہر عالم کیلئے تین اسم ہیں۔ اور

اللہ رب العزت ان پر اہل محبت کے دلوں کو استحکام بخشتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا

بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ (ابراہیم پ۱۳ آیت ۲۷) اللہ اہل ایمان کو دنیوی اور

اخروی زندگی میں حق وصداقت پر ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ شجرِ توحید جس کی جڑ ساتویں زمین سے بھی نیچے

ہے۔ بلکہ اس سے بھی نیچے جو مقام ثریٰ ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں عرش اعظم سے بھی برتر ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ.

(ابراہیم پ۱۳ آیت ۲۴)

اس کی مثال تو ایک شجر طیب کی ہے جس کی جڑ زمین اور اسکی شاخیں آسمان میں ہیں۔ روح روانی کے

فیوض حیات قلبی سے ہیں۔

روح روانی کی زندگی یعنی زندہ دلی اسے عالم ملکوت میں مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی جنت اور

جنتیوں کے معمولات ملائکہ اور دیگر انوار وتجلیات کو دیکھ لیتا ہے نیز وہ اسماء جو بالصوت وحروف ہوتے ہیں

انہیں ملاحظہ کر لیتا ہے اور پھر زبان حال سے قیل وقال ہو جاتا ہے یعنی وہ باطنی طور پر گفتگو کا اہل بن جاتا ہے۔

اور پھر آخرت میں اس کا ٹھکانہ دوسری جنت میں ہوتا ہے۔ جسے جنت النعیم کہا جاتا ہے۔

روح سلطانی:

دکانِ روح سلطانی کا مقام دل ہیں اور انکی دولت منافع معرفت اور ان کا تعلق دل کی زبان سے

ہے۔ جس کا ذکر دائمی چار متوسط اسماء سے ہے چنانچہ نبی کریم مخبر صادق جناب احمد مصطفٰے ﷺ فرماتے ہیں۔

اَلعِلمُ عِلمَانِ عِلم" بِاللِّسَانِ فَذَ الِکَ حُجَّۃُ اللہِ عَلیٰ خَلقِہٖ علم کی دو قسمیں ہیں۔ایک علم وہ ہے جس کا تعلق زبان سے ہے اور یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔وَ عِلم" بِالجَنَانِ اَوْ ذٰلِکَ العِلمُ النَّافِعُ لِاَنَّ اَکثَرُ المَنَافِعِ لِاَنَّ العِلمَ فِیْ ھٰذِہٖ الدائرۃ دوسراوہ علم جس کا تعلق دل سے ہے یہ علم بھی نافع ہے کیونکہ اس کے فوائد کا دائرہ بہت وسیع ہے اور فوائد کثیر ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں قرآن کے ظاہر الفاظ ومعانی بھی ہیں اور پوشیدہ وباطنی بھی اسکے اسرار ورموز ہیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو دس باطنی اسرار پر نازل فرمایا اور ہر ایک نہایت نافع اور مفید ترین ہے اور وہی اسرار ورموز مغز قرآن حکیم ہیں۔

بارہ اسمائے اصول:

یہ بارہ اسمائے اصول ان بارہ چشموں کی مثال ہیں جو حضرت موسیٰؑ کے عصاء مبارک کی ضرب سے جاری ہوئے تھے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ (سورۃ البقرآیت ۶۰) پس ہم نے فرمایا: اپنے اعصاء کو پتھر پر ماریں۔(پس انہوں نے وہ عصاء پتھر پر مارا) تو بارہ چشمے جاری ہوگئے اور پھر ہر جماعت نے اپنے مشرب (گھاٹ) کو پہچان لیا۔

علم ظاہری عارضی بارش کی طرح ہے اور علم باطنی اصلی چشمہ کی مثل ہے کیونکہ یہ علوم ظاہری کی بہ نسبت زیادہ نفع رساں ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کیلئے مردہ زمین نشانی ہے۔ہم نے اس کو زندہ کیا پھر اس سے غلے پیدا فرمایا جو انسانی زندگی کیلئے قوت بخش ہے نیز جانداروں کے اندر بھی ایسی غذا پیدا فرمائی جو ارواح کی روحانی قوت کا باعث ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی خلوص قلب سے عبادت کرے گا اور اس میں کسی قسم کی ریاکاری وبناوٹ کا دخل نہیں ہوگا تو اس کے دل سے حکمت ودانش کے چشمے پھوٹیں گے۔جس کا وہ اپنی زبان سے برملا اظہار کرے گا۔اور پھر روح سلطانی کی تجارت کا نفع عکس جمال خداوندی کی روئیت ہے چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى (النجم پ۲۷ آیت ۱۱) نبی کریم ﷺ نے جو کچھ (شب معراج) اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا دل نے اس کی تصدیق کی۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔المُؤمِنُ مِرْاٰۃُ المُؤمِنِ مومن مومن کا آئینہ ہے۔پہلے کلمہ مؤمن سے ایماندار آدمی مراد ہے اور دوسرے کلمہ مومن سے ذات الہیہ مراد ہے۔جیسے کا اللہ کا ارشاد ہے۔اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ (الحشر ۲۸ آیت ۲۳) اللہ ایمان عطا فرمانے والا ہے۔اور وہی ایمان کی حفاظت بھی فرمانے والا ہے۔یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نام ہیں۔اور اس

جماعت کا ٹھکانہ تیسری جنت الفردوس کہتے ہیں۔

روح قدسی: روح قدسی کی تجارت کا مرکز مقام سر ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (طٰہٰ پ۱۶ آیت ۷) اور اگر تو با آواز بلند بات کرے بیشک وہ جانتا ہے بلکہ وہ بھی جانتا ہے ہو جو پوشیدہ اور بہت ہی پوشیدہ ہو پس اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا اور اس کا منافع طفل معانی کے ظہور پر ہے اور اس کا مشاہدہ و معائنہ سری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی جلالی و جمالی صورت کو دیکھنا ہے جس دن بعض چہرے تر و تازہ ہونگے اپنے پروردگار کی بے پردہ و بلا تشبیہ اور بے کیف زیارت کی سعادت حاصل کرنے سے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وُجُوْهٌ" يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ" اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (الدھر پ۲۹ :۲۳/۲۲) اور پھر وہ ذات کریم بے مثل و بے مثال ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ آیت ۱۱) وہی سمیع وعلیم ہے۔

جب انسان اپنے مقاصد کو پالیتا ہے تو عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں دل پر حیرت طاری اور زبان گنگ ہو جاتی ہے اور انسان پھر اس کے مشاہدہ کی کیفیت بتانے سے عاجز رہ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تشبیہ و مثلیت کی صورت سے منزہ و مبّرہ اور پاک ہے اور علماء کرام پر فرض ہے کہ جب اسرار و رموز سے آگاہ ہوں جو اس مقالہ میں درج ہیں تو ان سے انکار نہ فرمائیں بلکہ عملی مقامات سے سمجھنے کی مساعی کریں اور ان کی کہنہ اور حقیقت پر غور و فکر کریں نیز مقام اعلیٰ علیین کی طرف متوجہ ہو کر انتہائی دلجمعی سے حقائق تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ تاکہ علم لدنی اور معرفت ذات الٰہیہ سے بہرہ مند ہوں۔

ماخوذ: سرالاسرار

صدقہ

جب صدقے میں پانچ شرطیں ہوں تو بے شک صدقہ قبول ہوتا ہے۔ ان میں سے دو عطا سے پہلے، دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے۔ عطا سے پہلے کی دو شرطیں یہ ہیں۔ کہ جو کچھ دے وہ حلال کی کمائی ہو، دوسرے کسی نیک مرد کو دے جو اسے برے کام میں خرچ نہ کرے۔ عطا کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں کہ اول تواضع اور ہنسی خوشی سے دے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ بعد کی شرط یہ ہے کہ جو دے اس کا نام تک نہ لے بلکہ بھول جائے۔

(محبوب الٰہی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارف شمس تبریز

از...........حضرت شمس تبریزؒ

''دربیان شان باطنی اہل اللہ''

شعر ۱۰۸ دگر تنہا ست عاشق نیست تنہا کہ بامعشوق تنہا یار باشد

ترجمہ وتشریح: کائنات میں ہر شخص تنہا ہے مگر عاشقان حق اپنے باطن میں تعلق مع اللہ کی دولت رکھتے ہیں اور وہ ہمہ وقت باخدا ہوتے ہیں۔ صوفیہ اس نعمت کو حضور دائم یا دوام حضور کہتے ہیں۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے　　باتیں تو ہیں ہردم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے　　معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

(مجذوب)

اہل اللہ اگر مخلوق کے ساتھ بھی مشغول ہوتے ہیں تو اس وقت بھی انہیں حق تعالیٰ کے ساتھ استحضار کی کیفیت حاصل رہتی ہے۔ صوفیہ کے نزدیک اس رنگ نسبت کا نام خلوت درانجمن ہے۔

کچھ اور ہی ہے اب مرے دن رات کا عالم　　ہر وقت ہے اب ان سے مناجات کا عالم
ہر لحظۂ حیات گذارا ہم نے　　آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

شعر ۱۲۳ سوار عشق شو درہ میندیش کہ اسپ عشق بس رہوار باشد

ترجمہ وتشریح: عشق کی سواری پر بیٹھ کر حق تعالیٰ کا راستہ طے کرو یعنی زہد خشک کے بجائے حق تعالیٰ سے والہانہ اور عاشقانہ تعلق پیدا کرو۔

زاہدوں پرے اچھالی جائے گی　　روح ان مردوں میں ڈالی جائے گی

مطلب یہ کہ زاہدوں کو حق تعالیٰ کے عاشقوں سے رابطہ قائم کر کے طریق عشق سے منزل طے کرنی چاہئے کیونکہ عشق کا گھوڑا ہی یہ راستہ طے کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت رومیؒ نے مثنوی شریف میں اس مقام کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ۔

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ　　　سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

ترجمہ : اگر زاہد خشک ہر ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے تو عاشقان حق ہر سانس میں عرش اعظم تک بہ فیض پرواز محبت و درد عشق سیر کرتے رہتے ہیں۔

حق تعالیٰ کی محبت کے لئے سالک کو چاہئے کہ اہل محبت کی (یعنی عاشقان حق کی) صحبت میں بیٹھا کرے۔

اس کامیابی کا راز یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ فنائیت کاملہ اور عبدیت کاملہ سے طے ہوتا ہے اور محبت ہی آدمی کے نخوت وخودی کو مٹا دیتی ہے اور خودی کے مٹنے ہی سے خدا ملتا ہے جس طرح چاند روشن ہوتا ہے اس وقت جب زمین سورج کے سامنے سے ہٹ جائے کیونکہ سورج ہی کی روشنی سے چاند روشن ہوتا ہے۔ یہ راستہ خودی کا نہیں بیخودی کا ہے۔

بے خودی میں یہ کبھی ممکن نہیں　　　ہو خودی اہل خرد کی سربلند　　　اختر

شیخ کامل کا فیضان بھی اسی طالب پر مکمل ہوتا ہے جو اپنے نفس کو اور رائے کو مٹا کر شیخ کی رائے پر چلتا ہے۔

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پایئے　　　کیونکہ آپ اہل عشق کی محفل میں آیئے　　　مولانا محمد احمد صاحب

اور عبادت کا لطف بھی اسی وقت ملتا ہے جب حق تعالیٰ سے محبت کاملہ ہو۔

تری ہر طاعتوں سے لطف جنت زندگی میں ہے
خلش حاصل جو تیرے غم کی میری بندگی میں ہے

اختر

تیز رفتاری عشق

شعر ۱۲۴　　بیک ساعت ترا منزل رساند　　　اگرچہ راہ ناہموار باشد

ترجمہ وتشریح: ایک ساعت میں عشق عاشقوں کو منزل تک پہنچاتا ہے اگرچہ راستہ کس قدر دشوار ہے یعنی خدا کی محبت ہی نفس کی خواہشات کو کچلنا اور احکام الٰہی کو بجالانا آسان کر دیتی ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ محبت ہر تلخی کو شیریں بنا دیتی ہے۔

از محبت تلخہا شیریں شود

اور محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ جہاد میں مومن اپنا خون بہا کر جان بھی فدا کر دیتا ہے۔

منڈلائے ہوئے جب ہر جانب طوفان ہی طوفان ہوتے ہیں
دیوانے کچھ آگے بڑھتے ہیں اور دست وگریباں ہوتے ہیں

میدان بدر اور دامن کوہ احد کے خاک کے ذرات شہدیوں کے لہو سے تاباں ہوکر بزبان حال اس مضمون کی تائید کرتے ہیں۔

آنا ہے جو بزم جاناں میں پندار خودی کو توڑ کے آ
اے ہوش و خرد کے دیوانے یاں ہوش و خرد کا کام نہیں

(اصغر)

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے — تا بمنزل صرف دیوانے گئے
مستند رستے وہی مانے گئے — جن سے ہوکے تیرے دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے — آہ نکلی اور پہچانے گئے

اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت اور خوف کا معیار کیا ہے؟ خدائے پاک کی محبت کا مقام زبان رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے

حدیث: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے خدا کی محبت کو اس عنوان سے مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! اپنی محبت مجھے اتنی عطا فرما دیجئے جس سے آپ کی ذات پاک میری جان سے بھی زیادہ محبوب و عزیز تر ہو جاوے اور میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ آپ مجھے محبوب ہوں اور اے خدا ٹھنڈے پانی سے جو رغبت پیاسے کو ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آپ کی مجھے رغبت ہو۔

یہ عجیب دعا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ یہ دعا اگر ہم لوگ مانگ لیا کریں تو حق تعالیٰ کی محبت اسی بلند معیار سے ہم کو عطا ہو جاوے۔ حق تعالیٰ توفیق بخشیں۔ آمین

دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ

اے اللہ میرے قلب میں کائنات کی تمام چیزوں سے زیادہ اپنی محبت عطا فرما دے۔

ایک حدیث میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا آپ جب اہل دنیا کی آنکھیں ٹھنڈی کریں

ان کی دنیاوی نعمتوں سے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرما۔

اسی طرح سے خوف کا معیار بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس کا پ
آپ کی اس دعا سے ملتا ہے کہ اے خدا اپنا خوف مجھے اتنا عطا فرما دیجئے جو تمام کائنات کے اشیاء سے
زیادہ ہو ایک دعا میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا اپنے خوف سے مجھے اتنا حصہ عطا فرما دیجئے جو مجھے آپ کی
نافرمانی سے روک دے پس معلوم ہوا کہ محبت اور خوف کی مقدار مطلوبہ ضرور یہ حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ
اعمال رضا پر عمل کی ہمت اور ناراضگی وغضب کے اعمال سے اجتناب کی توفیق مشکل ہے اور محبت وخوف
کے یہ مدارج اور ان کی یہ مقدار اہل محبت واہل خشیت کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

ہمت مرد عاشق

شعر ۱۲۵ علف خواری نہ دارد مرد عاشق — کہ جان عاشقاں خمار باشد

ترجمہ وتشریح: اہل محبت صرف شکم پروری اور بھوسہ خوری نہیں کرتے کیونکہ
عاشقوں کی جانیں حق تعالیٰ کی محبت سے مست ہوتی ہیں۔

مولانا رومیؒ نے اس مضمون کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

معدہ راہم زیں کہہ وجوبا ز کن — خوردن ریحان وگل آغاز کن
معدہ راخوکن بداں ریحان وگل — تابیابی حکمت وقوت رسل

ترجمہ: اے لوگوں! اپنے معدہ کو چندون گھاس اور جو سے باز رکھو یعنی التفا وانہماک ان سے
ہٹا کر ریحان گل کھانا شروع کرو مراد یہ کہ روح کو غذائے ذکر حق دینا شروع کرو تا کہ انبیاء علیہم السلام
کے علم وحکمت سے تمہیں بھی کچھ حصہ بہ فیضان نبوت عطا ہونے لگے۔

معارف وحقائق عشق

شعر ۱۲۶ ہمہ را بیاز مودم زتو خوشترم نیابد — چو فرد شدم بدریا چو تو گوہرم نیامد

ترجمہ وتشریح: کائنات میں سب کو آزمایا لیکن سب کو ناپائیدار بے وفا پایا ہاں اے
محبوب حقیقی! آپ سے خوشتر کسی کو نہ پایا۔ جب دریائے موجودات میں غوطہ لگایا تو وجود کے ہر موتی سے
سابقہ پڑا لیکن اے واجب الوجود محبوب حقیقی! آپ جیسا گوہر یکتا کوئی نہ پایا۔

شعر ۱۲۷ رہ آسماں درازست پر عشق راجنباں پر عشق چوں کشودی غم نردباں نباشد

ترجمہ وتشریح: آسمان کا راستہ (راہ حق) دراز ہے اپنے عشق کے پروں کو حرکت دو جب تو عشق کے پروں کو کھولے گا تو عشق کا فیض تجھے افلاک پر لے جائیگا اور تجھے سیڑھی نہ ہونے کا غم نہ ہوگا۔ عشق حقیقی کی شان یہ ہے کہ عاشق کو محبوب تک پہنچا دیتی ہے۔

روح کو اپنا سا کرکے لے چلی افلاک پر
اللہ اللہ یہ کمال روح جولاں دیکھئے

مراد یہ کہ بیکار بیٹھنے سے اور باتیں بنانے سے خدا نہیں ملتا۔

قدم بایدت درطریقت نہ دم کہ اصل ندا رددمے بے قدم

طریقت میں قدم چاہئے نہ صرف دعویٰ کیونکہ بدون عملی قدم کے محض جذبات سے یہ راستہ نہیں طے ہوتا۔

کامیابی تو کام سے ہوگی نہ کہ حسن لام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی فکر کے اہتمام سے ہوگی

بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر
گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑ پھڑائے جا
کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ہر شے اپنے ضد سے بھاگتی ہے پس جب دن روشن ہوا رات کی اندھیری کیسے ٹھہر سکتی ہے اور اگر احیاناً کوئی خطا ہو بھی جاوے گی تو سخت پریشانی ہوگی جس طرح روشنی میں رہنے والوں کے گھر کی بجلی چلی جانے سے وحشت ہوتی ہے اور پاور ہاؤس سے فون کے ذریعہ فریاد رسی شروع کردیتے ہیں اسی طرح اللہ اللہ کرنے والوں سے اگر کبھی کوئی کوتاہی اور خطا صادر ہوتی ہے تو فوراً ان کو توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے اور حق تعالیٰ کی ذات پاک سے جو سرچشمہ نور اور مرکز نور ہے گناہ کی ظلمت واندھیری دور ہونے اور دوبارہ نور عطا ہونے کی فریاد وگریہ وزاری شروع کردیتے ہیں اسی کو مولانا نے بیان فرمایا ہے۔

بردل سالک ہزاراں غم شود گرزباغ دل خلالے کم شود

سالک کے باغ دل سے اگر ایک تنکا بھی کم ہوتا ہے تو اس کے قلب پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے

ہیں۔احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس وقمر
کائنات دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس وقمر
اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائنات دل کے خورشید وقمر
زندگی پر کیف پائی گرچہ دل پرغم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

عشق کے پر کی تشریح کے لئے مثنوی رومی کا ایک شعر یاد آیا

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن ۔ می پرد باپرِ دل بے پائے تن

عارفین حق کی جانیں جسم کے ہنگاموں سے یکسو ہو کر حق تعالیٰ کی طرف اڑتی رہتی ہیں دل کے پروں سے بدون جسم کے پاؤں کے۔پس عارف بیٹھا ہوا بھی سیر الی اللہ کرتا رہتا ہے۔

ماخوذ: معارف شمس وتبریز

اقوال زریں

زہد یہ ہے کہ آدمی رغبت کے کاموں سے باز آئے۔

قناعت فضول چیزوں سے نکل جانے اور بقدر حاجت پر اکتفا کرنے اور کھانے پینے اور رہنے کی چیزوں میں اسراف سے پرہیز کو کہتے ہیں۔

صبر لذات نفس سے نکل جانے اور مرغوب ومحبوب اشیاء سے باز رہنے کو کہتے ہیں۔

پیر، تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک پیر خرقہ، دوسرے پیر تعلیم، تیسرے پیر صحبت

جولوگ خدا کے آگے گ) ردن تسلیم ورضا خم کیے ہوئے ہیں وہ مصیبت وبلا کو بلا کی صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔

دوام مراقبہ بہت بڑی دولت ہے جو دلوں میں مقبولیت کا سبب ہوتی ہے۔

(حضرت خواجہ باقی باللہؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توحید کے دس اصول

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالیؒ

(۱) اللہ عزوجل کی ذات مبارک:۔

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے پہچان کرائی اپنے بندوں کی اپنی کتاب میں جو نبی مرسل ﷺ کی زبان مبارک پر نازل کی گئی کہ بے شک واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے نیاز ہے اس کی کوئی ضد نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی ہم قرین نہیں اور یہ کہ وہ قدیم ہے اس کا آغاز نہیں وہ ازلی ہے اس کا وقت ابتداء نہیں۔ ہمیشہ رہنے والا ہے اس کی آخرت نہیں، دائم ہے اس کی انتہا نہیں، ہمیشہ بزرگی کی صفوں سے موصوف رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ زمانوں کا گزرنا اسے ختم نہیں کرسکتا اور وقت کا آنا جانا اسے منتھی نہیں کرسکتا بلکہ وہ تو اول ہے آخر ہے اندر ہے باہر ہے۔

(۲) اللہ عز وجل کی ذات کی تقدس:۔

اللہ تعالی جسم نہیں ہے جس کی تصویر کشی کی گئی ہو اور نہ ہی وہ جوہر محدود ہے۔ اجسام کی طرح وہ تقدیر کا محتاج نہیں اور نہ ہی وہ جسموں کی طرح انقسام اور تجزیے کو قبول کرتا ہے۔ نہ ہی وہ جوہر تا کہ اس میں جوہر ٹھکانہ پکڑیں اور نہ ہی وہ عرض ہے تا کہ اس میں اعراض سما جائیں بلکہ اس کی طرح کوئی موجود چیز نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس کی طرح ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کی طرح ہے۔ اور عام جسموں کی طرح اس کی کوئی مقدار نہیں اور نہ ہی اس کی (دائری) قطر ہیں اور نہ ہی اس کو جہتیں گھیرتی ہیں اور تمام آسمان بھی اسے گھیر نہیں سکتے اور وہ (ذات باری تعالی) عرش پر اسی طرح تشریف فرما ہے جس طرح کہ اس نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے (ثم استوی علی العرش) اور جو معنی مراد لیا وہ یہ ہے کہ ایسا بیٹھنا جو ٹھہراؤ، گھیراؤ، سماؤ اور نقل مکانی سے پاک ہے اور یہ کہ عرش نے اسے اپنے اوپر نہیں اٹھایا ہو بلکہ عرش اور اس کے اٹھانے والے (فرشتے) اس ذات باری کی قدرت کے کرم میں سمائے ہوئے ہیں اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ نہ صرف عرش کے اوپر ہے بلکہ ہر چیز کے اوپر حتیٰ کہ ہر رائی کے دانے اور ہر خاک کے دانے کے اوپر۔ اس کی ان اشیاء پر فوقیت و برتری کم و پیش نہیں ہوتی اور اس کی ہر چیز پر برتری آسمان اور عرش کی برتری سے کم نہیں بلکہ وہ عرش پر ایسے ہی درجے پر برتری رکھتا ہے جیسے کہ رائے کے

دانے پر برتری رکھتا ہے اور اس اعتبار سے وہ ہر موجود چیز کے قریب ہے۔ وہ بندے سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے ہے کیونکہ اس کا قرب اجسام کے قرب کی طرح نہیں ہے جس طرح کہ اس کی ذات جسموں کی ذاتوں کی طرح نہیں ہے، وہ کسی چیز میں نہیں سماتا اور نہ ہی اس میں کوئی چیز سماتی ہے وہ اس بات سے برتر ہے کہ اسے کوئی جگہ گھیر لے اور اس بات سے پاک ہے کہ اسے کوئی زمانہ محدود کردے بلکہ وہ تو زمان و مکان کی پیدائش سے قبل بھی تھا اور اب بھی اسی طرح ہے جس طرح کہ پہلے تھا۔ وہ اپنی تمام تجلیاتی صفات کی طرح اس کی صفت میں بھی کوئی شریک نہیں وہ تغیر اور انتقال سے پاک ہے۔ اسے حوادث زمانہ بے نقاب نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے عارضات ظاہر کر سکتے ہیں بلکہ وہ اپنی بزرگی کی صفوں میں ہر زوال سے پاک اور اپنی صفاتِ کمال میں ہر اضافی تکمیل سے پاک ہے۔ اس کی ذات از روئے عقل موجود ہے اور از روئے عیون وابصار دیکھی گئی ہے۔ صرف ان پر نعمت کے طور پر جو نہایت نیک ہیں یا پھر وہ متصور اس لئے ہے کہ اپنے دیدار عام کی نعمت کو پورا کرے۔

(۳) اللہ عزوجل کی قدرت:۔

بے شک وہ زندہ ہے قادر و غالب ہے اتنا طاقتور ہے کہ اس کو کوئی قصور اور عجز لاحق نہیں ہوتا اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اس کو فنا اور موت عارض نہیں۔ بے شک وہ تمام بادشاہوں کے بادشاہوں کا مالک ہے وہ تمام جہانوں اور فرشتوں کا مالک ہے۔ ساری عزت و قدرت اسی کی ہے۔ اسی کے لئے تمام بادشاہتیں، تمام قہر، تمام پیدائش اور تمام امور کا ذمہ ہے۔ وہی آسمانوں کو اپنے دست قدرت سے لپیٹنے والا ہے اور تمام مخلوقات اس کی مغلوب ہیں۔ بے شک وہ پیدا کرنے اور ایجاد کرنے میں واحد ولاشریک ہے۔ تمام پیدائشی اور اختراعی عوامل میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے مخلوقات اور ان کے عوامل کو پیدا کیا اور ان کے رزق انہیں مہیا کئے اور ہر چیز ہر کام کا وقت مقرر کیا اس کے قبضے سے کوئی مخلوق کھسک نہیں سکتی اور اس کی قدرت سے تمام امور کو نپٹنا پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ بے شک اس کی قدرتوں کا شمار ہی نہیں اور اس کی معلومات کی کوئی حد نہیں۔

(۴) اللہ عزّوجلّ کا علم:۔

بے شک وہ تمام معلومات کا جاننے والا ہے۔ احاطہ کرنے والا ہے ان چیزوں کا جو زمینوں کی جڑوں سے لے کر اعلیٰ آسمان تک ہیں۔ زمین و آسمان میں رائی کے دانہ کے برابر کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ سخت اندھیری رات میں مضبوط سیاہ پتھر میں خاموشی سے حرکت کرتی ہوئی سیاہ چیونٹی کے حالات و حرکات سے واقف ہے بلکہ ہر ذرے کا ہوا میں اڑنا بھی اس کے علم میں ہے وہ ہر راز اور پوشیدگی سے واقف ہے۔ اس کی ذات قدس ضمیروں کی آوازوں پر نظر رکھے ہوئے اور وہ عقلی حرکات اور

پوشیدہ راز بھی جانتا ہے۔اس کا علم قدیم اورازلی ہےاوروہ اس ابتدائی اورانتہائی علم سے موصوف رہا ہے اوروہ (ہماری طرح) نقل مکانی کر کےاور حالات میں گھل مل کرعلم حاصل نہیں کرتے۔

(۵)اللہ عزّوجلّ کا ارادہ:۔

بے شک کائنات کو ارادے کے ساتھ بنانے والا ہے۔اس لئے تمام جہانوں میں کوئی کم یا زیادہ، چھوٹا بڑا، برائی یا بھلائی، نفع یا نقصان، کفر یا ایمان، معلوم یا مجہول، فتح یا شکست، کمی یا بیشی، فرمابرداری یا نافرمانی اس کے حکم کے بغیر اوراس کی قدرت ومشیت کے خلاف ممکن نہیں ہوسکتا۔وہ جو چاہتا ہے ہوجاتا ہےاور جونہیں چاہتا نہیں ہوتا۔اس کے حکم کوکوئی روکنے والانہیں ہےاس کی قضا کوکوئی لوٹانے والانہیں ہےاورکوئی بندہ اس کی نافرمانی کر کے بھاگ نہیں سکتا۔اس کی فرمابرداری کی طاقت بھی کسی میں نہیں ہے مگر جسے وہ توفیق اور طاقت دے اگر تمام جن وانس، ملائیکہ اورشیاطین اس بات پر جمع ہوجائیں کہ اس کے ارادے کے بغیر جہاں میں کسی چیز کوحرکت دیں تو ایک ذرے کوبھی حرکت نہیں دے سکیں گے یا ٹھہرانا چاہیں تو ٹھہرانہ سکیں گے۔بے شک اس کا ارادہ قایم ہونے والا ہے جواس کی ذات کے ساتھ اس کی تمام صفات میں ہمیشہ موصوف رہا ہےاوروہ اپنے ارادے کے ذریعہ شروع ہی سے جب کسی بھی چیز کا ہونا کسی بھی وقت میں چاہتا ہے وہ چیز اسی طرح اس وقت موجود ہوتی ہے۔اسکے ہونے میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی بلکہ وہ اسی طرح پائی جاتی ہے جیسے اس نے چاہا ہوتا ہے۔تمام امور کی تدبیر اورتسخیر کے لئے اسے کسی سوچ وفکر کی حاجت نہیں ہوتی اورتخلیق کے عوامل میں وقتی حالات اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ کسی کام میں مشغول ہونا اسے دوسرے کام سے روک نہیں سکتا۔

(۶)اللہ عزّوجلّ کی سماعت اور بصارت:۔

بے شک اللہ عزوجل دیکھنے والا اور سننے والا ہےاس کی سماعت کوئی سنی ہوئی چیز یا پوشیدہ چیز مخفی نہیں۔اس کی نظر سے کوئی دیکھی گئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ وہ کتنی ہی باریک کیوں نہ ہو۔اس کی سماعت کو مسافتوں کی دوری ختم نہیں کرسکتی اوراس کی رؤیت کواندھیرے ختم نہیں کرسکتے۔وہ ذات بغیر تیزی نظر اور پلکوں کے دیکھتی ہےاوراسی سماعت بغیر کانوں یا پردوں کے سنتی ہے اسی طرح جیسے وہ ہرشہ کوبغیر دل کے جانتا ہےاوراپنا غضب اورعذاب کسی آلے یا ذریعہ کے بغیر لاتا ہے۔پیدا کرنے میں بھی اسے کسی آلے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ صفوں میں عام مخلوقات کی طرح نہیں اوراس کی ذات بندوں کی طرح نہیں ہے۔

(۷)اللہ عز وجل کا کلام:۔

بے شک وہ کلام کرنے والا،حکم دینے والا،منع کرنے والا،وعدہ کرنے والا اور وعدے پر عمل کرنے والا ہے۔ایسی گفتگو کے ساتھ جوشروع سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔یہ کلام کرنا اسی کی ذات

کے ساتھ قائم اور یہ گفتگو...... گفتگو جیسی نہیں اور اس کی یہ گفتگو ایک آواز نہیں ہے جو ہوا کے دوش کسی تک پہنچے، نہ ہی اس کی گفتگو حروف پر مشتمل ہے جو ہونٹوں کو بند کرنے، زبان کو ہلانے اور مختلف اندازوں سے خارج کئے جاتے ہیں اور یہ کہ قرآن، تورات، زبور، انجیل اس کی کتابیں ہیں جو اس کے پیغمبروں پر اتاری گئیں اور قرآن ایسی کتاب ہے جو اسی لغت میں پڑھی گئی جو مصاحف مشہور اور دلوں میں محفوظ ہے۔ اس کے باوجود وہ ذات باری تعالیٰ قدیم ہے۔ اپنی ذات میں قائم ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کو دلوں ورقوں پر منتقل ہونے کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عز وجل کا کلام آواز اور حرفوں کے بغیر سنا بالکل یونہی جیسے نیک لوگ ذات باری تعالیٰ کو شکل اور رنگ کے بغیر دیکھتے ہیں۔ تو جس کی یہ صفات ہوں وہ حقیقتاً زندہ ہے، عالم ہے، قادر ہے ارادہ رکھنے والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے اور کلام کرنے والا ہے، زندگی کے بارے میں علم کے بارے میں، قدرت کے بارے میں، ارادے کے بارے میں، سننے اور دیکھنے کے بارے میں اور گفتگو کرنے کے بارے میں مگر تمام مذکورہ افعال اس کی اصل ذات سے سرزد نہیں ہوتے۔

(۸) اللہ عز وجل کے افعال:۔

بے شک نہیں ہے کوئی چیز موجود ہونے والی مگر اس حال میں کہ وہ پیدا ہونے والی ہو تو کرتا ہے اس کو اور فیضان کرنے والا ہے اپنے عدل سے اچھے طریقوں پر مکمل اور اتم اور اعلیٰ طریقوں پر اور بے شک وہ حکیم ہے۔ اپنے افعال میں اور عادل ہے اپنے فیصلوں میں۔ اس کے عدل کا بندوں کے عدل کے ساتھ قیاس کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ بندے سے ظلم متصور ہوسکتا ہے اور وہ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کر سکتا ہے جبکہ اللہ عز وجل سے ظلم متصور نہیں۔ پس بے شک وہ اپنے غیر کی ملکیت میں تصرف نہیں کرتا کیونکہ تمام ملک تو اسی کا ہے اور کسی غیر کا ملک ہونا اس کے نزدیک متصور ہی نہیں۔ جب اس کے نزدیک متصور ہی نہیں تو اس کا اس ملک میں تصرف کرنا ظلم کیسے ٹھہر سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہر چیز خواہ وہ انسان ہو، جن ہو، شیطان ہو یا فرشتہ ہو، آسمان ہو، زمین ہو، جانور ہو، نبات ہو، جوہر ہو، عرض ہو، مدرک ہو، محسوس ہو تمام کے تمام حادث ہیں (جو فنا کو قبول کرے) جن کو اس نے اپنی قدرت کے ساتھ عدم سے پیدا کیا اور اس کی پیدائش اس حالت میں بخشی کہ یہ وہ کچھ بھی نہ تھا کیونکہ ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے، شروع ہی سے اللہ عز وجل موجود تھا، تنہا تھا، اس کا کوئی شریک نہ تھا۔ دریں اثناء اس نے مخلوقات کو قدم سے پیدا کیا تا کہ وہ اپنی قدرت کا اظہار کرے (اور اس پیدائش کے عمل میں) اس کا اپنا ارادہ کرنا مقصود تھا اور اس بات کو پورا کرنا مقصود تھا جو شروع سے ہی اس نے فرما رکھی تھی اور یہ کہ مخلوقات کی پیدائش اس لئے نہیں کہ وہ ان کا محتاج ہے اور ان کی اسے ضرورت ہے اور یہ کہ وہی پیدا کرنے، ایجاد کرنے اور تکلیف دینے کے لائق ہے

اور یہ تمام مذکورہ افعال اس پر واجب بھی نہیں ہیں۔ وہی انعام دینے اور اصلاح بخشنے میں بہت سخی ہے اور یہ انعام دینا اس پر لازم نہیں ہے کیونکہ تمام کا تمام فضل، احسان، نعمت اور بخشش اسی کی ہے کیونکہ وہ چاہتا تو بندوں پر مختلف قسم کے دردناک عذاب ڈھاتا اور ان کی آزمائش مختلف وآلام سے کرتا اور اگر وہ یوں کرتا تو یہ بھی اس کا عدل ہوتا اور یہ ہرگز برائی یا ظلم نہ ہوتا اور یہ کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے کرم اور وعدے کے ذریعے فرمابرداری پر ثابت قدمی بخشتا ہے۔ حق دینے اور لازم ہونے کی وجہ سے نہیں (بندے کو فرمابرداری پر ثابت رکھنا اس پر لازم نہیں ہے) اس لئے کہ اس پر کوئی فعل واجب نہیں اور نہ ہی اس سے ظلم متصور کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا حق ہے بلکہ اس کا حق جو بندوں پر فرمابرداری کے نام سے لازم ہے یہ اسی نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے۔ یہ محض عقل کے ذریعے ہی نہیں کردیا بلکہ پیغمبر بھیجے اور ان کی سچائی بذریعہ معجزات ظاہر کی حتی کہ وہ حکم دینے، منع کرنے۔ وعدہ کرنے اور ڈرانے کے رتبے تک پہنچ گئے تو بندوں پر ان کی اور ان کے ساتھ آنے والی چیزوں کی تصدیق لازم ہوگئی۔

(۹) یوم آخرت:۔

بے شک اللہ عزوجل موت کے ذریعے ارواح کو جسموں سے الگ کرتا ہے اور پھر حشر کے دن دوبارہ ان کو اجسام میں لوٹا دیتا ہے وہی قبروں کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اور سینے کے رازوں کو جانتا ہے اور ہر مکلف شخص دیکھتا ہے اور اس کے اچھے برے عمل کو اپنے سامنے پاتا ہے اور وہی بندے کے ہر چھوٹے موٹے کام کو ایسی کتاب میں اپنے سامنے لاتا ہے جو کتاب کسی چھوٹی موٹی بات کو نہیں چھوڑتی بلکہ اسے شمار کرتی ہے اور ہر بندے کو اس کے کام کی مقدار دکھا دیتا ہے جو اس نے نیکی یا بدی سے کیا۔ ایک ایسے معیار کے ساتھ جو سچا ہے اور جس کا نام میزان ہے اور یہ میزان اعمال اجسام کے میزانوں کی طرح نہیں ہے اور یہ اضطراب کی طرح بھی نہیں ہے جو کہ وقت پانے کا آلہ ہے اور نہ ہی یہ مقداروں اور اشیاء کو ماپنے والے پیمانوں کی طرح ہے۔ پھر وہ بندوں کا حساب ان کے افعال، اقوال، راز، ضمیروں نیتوں اور عقیدوں کے لحاظ سے کرتا ہے خواہ انہوں نے اسے ظاہر کیا ہو یا نہ اس دن (یوم آخرت میں) بندوں کی بہت سی قسمیں ہیں کوئی تو حساب کے ہی جنت میں داخل کردیا جاتا ہے پھر سب کو صراط مستقیم پر لے جاتا ہے جو کہ ایک پل ہے جو کم بختوں اور خوش بختوں کی منازل کے درمیان کھینچا گیا ہے، تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر وہ بندہ باآسانی گزر سکتا ہے جو دنیا مین اس صراط مستقیم پر گامزن رہا جو پل صراط کی مانند مشکل اور دشوار گذار ہے۔ جبکہ بخش دیا گیا کرم باری تعالی سے (وہ پل صراط کی تنگیوں سے بچ جائے گا) پھر ان سے پوچھا جائے گا ہاں اللہ عزوجل پیغمبروں میں سے جس سے چاہے گا اس کی تبلیغ رسالت کے بارے میں پوچھے گا اور کافروں میں سے جس سے چاہے گا پیغمبروں کو جھٹلانے کے بارے میں اور

مسلمانوں میں سے جس سے چاہے گا ان کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ بے شک وہ سچوں سے ان کی سچائی اور منافقوں سے ان کے نفاق کے بارے میں پوچھے گا۔ پھر نیک بخت رحمٰن کی طرف وفود کی شکل میں چلائے جائیں گے جبکہ مجرم جہنم کی طرف گروہوں کی شکل میں ہانکے جائیں گے پھر توحید پرستوں کو جہنم کی آگ سے کے برے اعمال کی سزا دے کر نکالا جائے گا حتی کہ جہنم مین کوئی ایسا بندہ باقی نہ رہے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا جبکہ بعض کو ان کی سزا پورا ہونے سے قبل ہی انبیاء علیہ السلام کی شفاعت (شفارش) کی وجہ سے جہنم سے نکالا جائے گا یا علماء وشہداء کی شفاعت سے یا اس بندے کی شفاعت سے جس اس کا حق بخشا گیا۔ پھر نیک بخت لوگوں کو جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نعمتوں کے زیر سایہ رکھا جائے گا اور اللہ عزوجل کے وجہ کریم کی نعمت سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے اور جہنمی ہمیشہ جہنم میں مختلف اقسام کے عذابوں سے گزرتے رہیں گے اور اللہ عزوجل کے وجہ کریم سے مجوب رہیں گے۔

(۱۰) نبوت:۔

بے شک اللہ عزوجل نے فرشتوں کو پیدا کیا اور انبیاء ورسل علیہ السلام بھیجے اور معجزات کے ذریعے ان کی تائید فرمائی اور یہ کہ تمام کے تمام فرشتے اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں اس سے روگردانی نہیں کرتے اور نہ ہی کتراتے ہیں بلکہ دن رات سجدے کرتے رہتے ہیں اور بھٹکتے نہیں تمام انبیاء علیہ السلام اس کے پیغامات پہنچانے والے (پیغمبر) ہیں۔ جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا اور وہ فرشتے کے ذریعے ان پر وحی نازل فرماتا رہا۔ انبیاء علیہ السلام جو بھی بات کرتے ہیں دراصل وحی ہوتی ہے ان کی طرف سے من گھڑ بات نہیں ہوتی اور یہ کہ اس نے سرکار دو عالم مجسم ﷺ کو جو کہ امی وقریشی ہیں اپنے پیغام کے ساتھ تمام عرب وعجم اور جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ نے اپنی شریعت سے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ فرما دیا اور اس پروردگار نے سرکار شافع روز شمار ﷺ کو سید البشر بنایا اور ایمان کی تکمیل اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کے اسم گرامی ملائے بغیر نامکمل ٹھہرائی لا الہ الا اللہ کی گواہی نہ ملائی جائے بندوں پر یہ لازم ٹھہرایا کہ وہ اس کی تمام باتوں میں تصدیق کریں جو سرکار ﷺ دنیا و آخرت کے بارے میں فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کی اتباع لازم ٹھہرائی اور یہ فرمایا ما آتاکم الرسول فخدوہ ومانھکم عنہ فانتھوا۔ پس نبی مکرم ﷺ نے لوگوں تک ہر اس بات کو پہنچا دیا جو انہیں اللہ عزوجل کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک اللہ عزوجل کی رضا کی طرف جانے کا راستہ بھی بتایا۔ اسی طرح کوئی ایسی بات نہ چھوڑی جو جہنم تک پہنچاتی ہو اور اللہ عزوجل سے دور کرتی ہو مگر ان سے لوگوں کو روکا اور برائی کا ہر راستہ واضح فرما دیا۔ ایسی باتوں پر دلالت کرنا مطلقاً عقل وذہانت کا کام نہیں ہے بلکہ یہ بعض پوشیدہ رازوں کو اٹھا لینے سے ہی میسر آتا ہے جو اللہ تعالی کے دربار اقدس سے انبیاء علیہ السلام کے مقدس

دلوں پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔
بے شک تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں اس بات پر کہ اس نے ہدایت بخشی اور رہنمائی فرمائی اور اپنے اسمائے حسنہ اور اعلیٰ صفات سے ہمیں روشناس فرمایا اور درود و سلام کے نذرانے مقبول ہوں اللہ عزوجل کے محبوب حضرت محمد ﷺ دربار اقدس میں اور فیضان رحمت ہو آپ ﷺ کے اصحاب وآل پر (رضوان اللہ اجمعین)۔

مال و جائیداد کے باعث

اطاعت حق سے گریز مت کرو!

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:

'جب اللہ تعالیٰ تجھے مال وجائیداد عطا کرے اور تو اس مال کے باعث خدا تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے روگردانی کرلے تو خدا تجھے دنیا و عقبیٰ میں اپنے قرب سے دور و محجوب کردے گا اور ممکن ہے کہ غفلت ومعصیت کے باعث وہ مال وجائیداد تجھ سے چھین لے اور تجھے محتاج و پریشان حال کردے۔ منعم سے غافل ہو کر سراسر نعمت میں محو و مشغول ہو جانا ہی شرک ہے اور شرک خدا کے نزدیک نا قابل معافی جرم ہے اور اگر تو مال ودولت کو معبود و مقصود نہ بناتے ہوئے حمد وثنا اور ذکر وعبادت میں مشغور رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس مال کو تیرے لئے برکت وراحت کا باعث بنائے گا اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ مال تیرا خادم ہوگا اور تو اپنے رازق و پروردگار کا خادم۔ پھر تو دنیا میں خدا کی گوناگوں نعمتوں سے محفوظ وفیض یاب ہوگا اور عقبیٰ میں خدا کی طرف سے معزز ومحترم ہو کر جنت الماویٰ میں صدیقین، شہدا اور صالحین کا جلیس وہم پایہ ہوگا۔

(ماخوذ: فتوح الغیب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بوستان سعدی

از: .... حضرت شیخ سعدیؒ

ترجمہ: .... مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

گفتار اندر حذر کردن از دشمنے کہ در طاعت آید

اس دشمن سے احتیاط کرنے کا بیان جو تیری اطاعت کرے

گرت خویش دشمن شود دوستدار — ز تلبیس ایمن مشو زینہا
اگر دشمن کا کوئی اپنا تیرا دوست بن جائے — تو ہرگز فریب سے مطمئن نہ ہونا

کہ گردد درونش بکین تو ریش — چو یاد آیدش مہر و پیوند خویش
اس لیے کہ اس کا باطن تیرے کینہ سے زخمی ہوگا — جب اس کا رشتہ اور محبت یاد آئیگی

بد اندیش را لفظ شیرین مبین — کہ ممکن بود زہر در انگبین
دشمن کی میٹھی بات کا خیال نہ کر — اس لئے کہ شہید میں زہر ہوسکتا ہے

کسے جان از آسیب دشمن ببرد — کہ مر دوستاں را بدشمن شمرد
وہی شخص دشمن کی اذیت سے جان بچائے گا — جو خالص دوستوں کو بھی دشمن سمجھے

نگہدارد آں شوخ در کیسہ در — کہ بلند ہمہ خلق را کیسہ بر
ہتھیلی میں موتی وہ محفوظ رکھتا ہے وہ چالاک — جو تمام مخلوق کو جیب تراش سمجھے

سپاہی کہ عاصی شود در امیر — ورا تا توانی بخدمت مگیر
وہ سپاہی ہے جو کسی حاکم کا نافرمان ہو — جب تک ممکن ہو اس کو خدمت میں نہ لے

ندانست سالار خود را سپاس — ترا ہم نداند زعذرش ہراس

جب وہ اپنے سردار کی شکر گزاری نہ جانتا تو تیری بھی نہ جانے گا،اس کی غداری سے ڈر

بسوگند وعہد استواش مدار نگہبان پنہاں بروبرگمار

قسم اور عہد کی وجہ سے اس کو ہمارا نہ سمجھ خفیہ محافظ اس پر مقرر کر

نوآموز راریسماں کن دراز نہ بگسل کہ دیگر نہ بینیش باز

تو سیکھ کی رسی ڈھیل کردے نہ توڑ کہ تو اس کو وہ بارہ نہ دیکھے گا

چواقلیم دشمن بجنگ وحصار بگیری بزند انیانش سپار

جب تو دشمن کا ملک اور قلعہ لڑائی سے لے لے تو اس کو قیدیوں کے سپرد کردے

کہ بندی چودنداں بخوں دربرد زحلقوم بیداد گرخوں خورد

اس لیے کہ قیدی خون میں دانت ڈبولیتا ہے توظالم کے گلے سے خون پیتا ہے

کہ گرباز کو بد در کار زار برآرند عام ازدماغش دمار

اس لیے کہ اگر وہ دوبارہ جنگ کادروازہ کھٹکھٹائیگا عوام اس کا سرتوڑ ڈالیں گے

وگر شہریاں رارسانی گزند در شہر بروئے دشمن مبند

اور اگر تو نے شہریوں کو تکلیف پہنچائی ہے تو شہر کا دروازہ دشمن پر بند نہ کر

مگودشمن تیغ زن بردرست کہ ہمبازوشمن بشہر اندرست

یہ نہ کہہ کہ تلوار باز دشمن دروازہ پر ہے اس لئے کہ دشمن کا شریک شہر کے اندر ہے

بتدبیر جنگ بدانیس کوش مصالح بیندیش ونیت بپوش

مخالف سے جنگ کی تدبیر کر مصلحتوں کو سوچتا رہ اور نیت کو پوشیدہ رکھ

منہ درمیاں راز باہر کسے کہ جاسوس ہمکاسہ دیدم بسے

ہر کسی کے سامنے راز نہ رکھ ! اس لیے کہ اکثر جاسوس کو ہم پیالہ دیکھا ہے

سکندر کہ باشرقیاں حرب داشت درخیمہ گویندر غرب داشت

سکندر جس کا مشرق والوں سے جنگ کا رادہ تھا

کہتے ہیں س کے خیمہ کا دروازہ مغرب کی طرف تھا

چو بہمن بزاوستاں خواست شد
بہمن کو جب زاوستاں کی خواہش ہوئی

چپ آوازہ افگندو از راست شد
بائیں جانب کی شہرت دی اور داہنی جانب روانہ ہوا

اگر جز تو داند کہ عزم تو چیست
اگر تیرے سوا کوئی جان جائے کہ تیرا ارادہ کیا ہے

براں رای و دانش بباید گریست
اس رائے اور عقل پر رونا چاہیے

کرم کن نہ پرخاش و کیں آوری
بخشش کر نہ کہ لڑائی اور کینہ وری

کہ عالم بزیر نگیں آوری
تا کہ عالم کو تو قبضہ میں لے آئے

چو کارے بر آید بلطف و خوشی
جب مہربانی اور خوشی سے کام نکلے

چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی
تو سختی اور سرکشی کی کیا ضرورت ہے

نخواہی کہ باشد دلت دردمند
اگر تو یہ نہیں چاہتا کہ تیرا دل دردمند ہو

دل دردمنداں بر آواز بند
تو دردمندوں کا دل قید سے چھڑا دے

بہ بازو توانا نباشد سپاہ
محض قوت بازو سے لشکر قوی نہیں ہوتا

برو ہمت از نا توانا بخواہ
جا اور کمزور وں سے دعا کرا ؟

دعائے ضعیفان امیدوار
کمزور امیدواروں کی دعا

ز بازوئے مردی آید بکار
طاقت کے بازو سے بہتر کام آتی ہے

آنکہ استعانت بدرویش برد
جیسے درویش سے مدد چاہی

اگر بافریدوں زداز پیش برد
اگر فریدوں سے مقابلہ ہوا جیت گیا۔

حدیث: لَاتُظْهِرُ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ

ترجمہ: اپنے مومن بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا فرمائے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دربیانِ ربطِ قلب

دل کے ربط کا بیان

حضرت اوحد کرمانی کے دو شعر

گفتم کہ پیامبری تو یا پیر گفتا کہ دوئی زراہ برگیر
چوں نیک بدیدم ایں نکو بود بس اووا و پیر ہر سہ اُو بود

میں نے عرض کی یا پیر کوئی پیام عنایت فرمائے تو ارشاد فرمایا کہ راستہ سے دوئی کو ہٹادے میں نے جب بھلائی دیکھی تو یہ بھلا ہوگیا کہ وہ (خدا) اور وہ (رسول) اور پیر تینوں ایک ہی دکھائی دینے لگے۔

دوستی پیر بدل کر چنیں دوستی غیر نباشد قریں

دل میں پیر کی محبت کو ایسا بٹھالے کہ کسی غیر کی محبت قریب آنے ہی نہ پائے۔

پیر بود شاہد وعاشق مرید حُبِّ زن وبچہ کجا اے رشید

پیر شاہد ہوتا ہے اور مرید عاشق ہوتا ہے۔ اے عزیز! یہاں بیوی بچوں کی محبت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

تشریح : حضرت اقدس علیہ الرحمہ ہر حال میں اپنے پیر سے والہانہ محبت اور دلی ربط قائم رکھنے کو بے حد اہمیت دیتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں کہ عورت مال اور زمین کی محبت بعض وقت اس راہ میں رکاوٹ پیدا کرے تو اس کو فوراً دور کردینا چاہئے۔ رابطہ دلی سے مرایہ ہے کہ پیر کامل کی صحبت سے استفادہ کیا جائے۔ پیر کی توجہ اور خلوص کی برکت سے دل غفلت سے پاک ہوجاتا ہے۔ جذبۂ محبت اور مشاہدہ الٰہی کے انوار کی شمع مرید کے دل میں روشن ہوجاتی ہے۔ پیر سامنے موجود نہ بھی ہو تو اس کا تصور کر کے مرید فیض پاتا ہے۔ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پیر سے رابطہ کئے بغیر تنہا ذکر سے منزل تک رسائی نہیں ہوتی البتہ ذکر کے بغیر تنہا پیر کے رابطہ سے رسائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اس موقع پر ایک حدیث شریف کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو اپنے دربار رحمت سے دور فرمادیا تو اس وقت وہ مردود کہنے لگا کہ میں اپنی خطا کے باعث آخرت میں کسی حال مرحوم وبدنصیب ہوچکا۔ کم ازکم دنیا میں مجھے کچھ حصہ عطا فرمادے تو باری تعالیٰ کے ارشاد پر اس نے دولت، عورت اور

زمین پر ہاتھ مارا اور یہ تینوں چیزیں اس معلون کے رہنے کے مخصوص مقامات ہیں جب تک مریدان تینوں سے بے التفاتی نہ کرے وہ صاحب نصیب یا ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا۔ بعض وقت پیر ایسے کام کر گزرتا ہے جو بظاہر حلال اور جائز کیخلاف نظر آئیں لیکن مرید کو چاہئے کہ پیر کے ایسے افعال کو نہ برا سمجھے اور نہ ان پر تنقید کرے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح ان کاموں میں بھی کوئی مصلحت ہو جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شک اور اعتراض پیدا ہوا تھا۔

یہ دراصل قرآنی تلمیح ہے جو (۱۸) ویں سورہ کہف کے دو رکوع نمبر (۲۲،۲۱) میں بیان فرمائے گئے واقعہ سے متعلق ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے۔ آپ نے جواب دیا میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ انہوں نے علم کو ذات باری تعالیٰ کے بجائے اپنی طرف منسوب کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ مجمع البحرین (دو سمندروں کا سنگم) میں میرا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی! میں اس کی خدمت میں کیونکر پہنچ سکتا ہوں۔ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لو۔ جہاں وہ گم ہو جائے وہ میرے اس بندے کی قیام گاہ ہوگی۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں جن کا اصلی نام بلیا بن ملکان ہے۔ جہاں بھی یہ تشریف فرما ہوتے ہیں وہ جگہ یکدم سرسبز اور ہری بھری ہو جاتی ہے اور خضر کے معنی بھی سبز کے ہیں۔ معنوی لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام علم شریعت کے سمندر اور خضر علیہ السلام علم طریقت کے سمندر ہیں۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ایک نوجوان یوشع بن نون کے ساتھ پہنچے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ دونوں میں سلام کا تبادلہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپکے ساتھ رہ کر رشد و ہدایت کا خصوصی علم سیکھنے کی اجازت چاہی تو جواب ملا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو خاموشی سے واقعات کو دیکھتے چلئے لیکن اس کے متعلق استفسار یا اعتراض نہ کیجئے یہاں تک کہ میں خود اس کی حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کروں۔

سب سے پہلے جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ توڑ کر رکھ دیا۔ اس پر موسیٰ علیہ اسلام بول اٹھے آپ نے کشتی میں سوراخ کر کے بڑی نازیبا حرکت کی ہے کیا سواریوں کو ڈبو دینا چاہتے ہو۔ خضرؑ نے ایک جواب دیا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میرے ساتھ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ موسیٰؑ نے معذرت چاہی اور آئندہ محتاط ہونے کا یقین دلایا۔ آگے چل پڑے تو خضرؑ نے ایک لڑکے کو قتل کر ڈالا جس پر موسیٰؑ نے سخت اعتراض کیا۔ پھر معافی چاہ لی اور یقین دلایا کہ اب آئندہ احتیاط سے کام لوں گا۔ پھر وہ آگے چل پڑے تو ان کا گزر ایک گاؤں میں ہوا جہاں انہوں نے کھانا طلب کیا

تو گاؤں والوں نے صاف انکار کردیا۔ اس گاؤں میں ایک دیوار جوگرنے کے قریب تھی خضرؑ نے اسے درست کردیا۔ موسیٰ کہنے لگے آپ بھی عجیب ہیں گاؤں والوں نے اتنی بے مروتی کی کہ ہمیں سوکھی روٹی تک نہ دی اور آپ ہیں کہ ان کی گرتی ہوئی دیوار کو بلامعاوضہ درست کردے۔ تیسری بار اس اعتراض پر خضرؑ نے فرمایا کہ اب میں اور آپ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ آیئے اب جدا ہونے سے قبل میں آپ کو ان واقعات کی حقیقت حال سے آگاہ کردوں۔

وہ کشتی چند غریبوں کی تھی جوملاحی کے ذریعہ روزی کمالیا کرتے تھے۔ وہاں کا جابر بادشاہ ہر کشتی پر زبردستی قبضہ کرلیتا تھا۔ میں نے اس کشتی کو اس لیئے عیب دار بنادیا کہ وہ کشتی اب بادشاہ کے کام کی نہ رہی۔

جس لڑکے کو میں نے قتل کیا اس کے والدین مومن تھے۔ اندیشہ تھا کہ وہ زندہ رہا تو والدین کو سرکشی اور کفر پر مجبور کرے گا اس لئے اس کو قتل کر کے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا رب ایسا پاکیزہ بیٹا عطا کرے جو بہتر ہو اور ان پر مہربان ہو۔

دیوار کی مرمت کر کے ہم نے اس کو اس لئے درست کردیا کہ اس دیوار کے نیچے خزانہ دفن تھا جس کو ایک نیک شخص نے اپنے دو یتیم بچوں کے لئے رکھا تھا تا کہ وہ بچے جوان ہو کر اپنا دفینہ نکال لیں اور فائدہ حاصل کرلیں۔ آخر میں خضرؑ نے فرمایا جو کچھ میں نے کیا ہے وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کی ہدایت پر کیا۔

حضرت اقدس علیہ الرحمہ ان واقعات کی روشنی میں تلقین فرماتے ہیں کہ اسی طرح اپنے پیر بھی کوئی کام بظاہر ناجائز کریں تو اس پر مرید کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ اس پر یقین رکھے کہ پیر جو کچھ کرتا ہے حق ہے۔ پیر کی بات کو غور سے سنا کریں۔ یہ قیاس کرتے ہوئے کہ یہ سب کچھ غیب کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ الرحمہ نے دوسری قرآنی تلمیح 'انی انا اللہ'' کا حوالہ دیا ہے جو (۲۸) ویں سورۂ قصص کی آیت (۳۰) کے الفاظ ہیں۔ پوری آیت اس طرح ہے۔ **فلما اتھا نو دیمن شاطی الوادی الایمن فی البقعة امبرکة من الشجرة ان یموسیٰ انی انا اللہ رب العلمین**

یعنی پس جب آپ (موسیٰ علیہ السلام) وہاں گئے تو وادی کے دائیں کنارے اس بابرکت مقام میں ایک درخت سے ندا آئی کہ اے موسیٰ بلاشبہ میں ہی سارے جہانوں کا رب اللہ ہوں۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت موسیٰؑ اپنی زوجہ محترمہ کو ساتھ لئے مصر روانہ ہوئے۔ راہ میں دور سے آگ دکھائی دی۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا تم ذرا ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے میں جا کر تمہارے لئے وہاں سے کوئی خبر یا آگ لے آتا ہوں تا کہ تم اسے تاپ سکو۔ جب آپ آگ لے آنے کے ارادے سے اس جگہ پہنچے تو اس بابرکت علاقہ میں وادی طور کی دائیں جانب ایک درخت نظر آیا جس

میں سے یہ سرمدی آواز آ رہی تھی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔
اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ بظاہر درخت یہ آواز دے رہا ہے 'انی انا اللہ' یعنی بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ درحقیقت وہ درخت اللہ ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انوار اور جلووں کا مظہر ہے۔ اسی طرح پیر بھی خود خدا نہیں ہوتا بلکہ لاہوت کا مظہر ہوتا ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور ہوتا ہے۔ اسی لئے پیر کا دیدار بلاشبہ حق کا دیدار ہے۔ لہٰذا اپنے پیر کا تصور مستقل طور پر قائم رکھیں تو ہمیشہ حق کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ نسبت کے کمال کا تقاضا یہ ہے کہ خود کو عین پیر تصور کریں جو مراقبہ یا مشاہدہ نہیں بلکہ بالمشافہ عینی دیدار ہوگا۔ گویا پیر میں رسول کا اور رسول میں خدا کا جلوہ نظر آئے گا۔ یہی بات حضرت اوحد کرمانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ راستہ سے جب دوئی کو ہٹا دیا جائے تو پھر تینوں ایک ہی دکھائی دیں گے۔ اس لئے دل میں پیر کی محبت کو ایسا بٹھانا چاہئے کہ کسی غیر کی محبت کا خیال ہی آنے نہ پائے۔ پیر کی محبت کے سامنے اہل وعیال کی محبت کی کوئی قیمت نہیں۔ رایت ربی: یہ ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔
عن عبدالرحمٰن بن عائش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رائیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ (مشکوٰۃ، دارمی، ترمذی) یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا ہے۔
حضرت اقدس علیہ الرحمہ احدیث شریف کے حوالے سے حضور صلی اللہ کی رویت الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے پیر کی رویت کو رسول پاک ﷺ کی رویت قرار دیتے ہیں یعنی پیر کا جلوہ رسول کا جلوہ ہے اور رسول کا جلوہ حق کا جلوہ ہے اس طرح پیر کا دیدار حق کا دیدار ہے۔

اقوال زریں

جان لو علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم مکاشفہ (علم باطن) اور دوسرا علم ظاہر یا علم معاملہ۔ علم باطن تمام علوم کی انتہا ہے۔ عارفین کا قول ہے کہ جو اس علم سے بے بہرہ ہوگا اس کے خاتمہ کی خرابی کا خوف ہے۔ ادنیٰ درجہ اس علم کا یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرے۔ اور اس علم والوں (اولیاء اللہ) کو مانے اور ادنیٰ عذاب اس علم کے منکر کا یہ ہے کہ اس علم سے اس کو کچھ نہیں ملتا، حالانکہ یہ علم صدیقوں اور مقربان الٰہی جل جلالہ کا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلستان سعدی

از:..........حضرت مولانا شیخ سعدیؒ

ترجمہ:..........مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حکایت:

کسے مژدہ پیش نوشیروان عادل برد وگفت شنیدم کہ
کوئی آدمی نوشیرواں عادل کے پاس خوشخبری لے گیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ
فلاں دشمن ترا خدائے تعالیٰ برداشت گفت ہیچ شنیدی کہ مرا بگذاشت فرد
تیرے فلاں دشمن کو خدائے تعالیٰ نے اٹھالیا اس نے کہا کیا تو نے یہ بھی سنا کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا

قطعہ

اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست — کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست
اگر دشمن مرگیا تو خوشی کا موقع نہیں ہے — اس لئے کہ جاری زندگی میں بھی ہمیشگی نہیں ہے

حکایت:

گروہے حکما دربارگاہ کسریٰ بہ مصلحتے درسخن ہمی گفتند و بزرجمہر
عقلندوں کی ایک جماعت کسریٰ کے دربار میں کسی تدبیر میں مشورہ کررہی تھی اور اور بزرجمہر
کہ مہتر ایشاں بود خاموش بودسوال کردندش کہ بامادریں بحث چرا سخن
جوان کا سردار تھا چپ تھا انہوں نے اس سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ اس بحث میں کیوں بات چیت
نگوئی گفت وزیراں برمثال اطبا اندوطبیب داروندہد مگر بہ سقیم
نہیں کرتے اس نے کہا وزیروں کی مثال طبیبوں کی سی ہے اور طبیب بیمار ہی کو دوا دیتا ہے

پس چوں بینم کہ رائے شما برصواب ست مرا برسرآں سخن گفتن حکمت نباشد
جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری رائے درست ہے تو اس پر میرا بات کرنا دانائی نہ ہوگی

مثنوی

چوکارے بے فضول من برآید | مرا دروے سخن گفتن نشاید
جو کام میرے بات بنائے بدون نکل جائے | مجھے اس میں بات نہ کرنی چاہئے
وگر بینم کہ نابیناؤ چاہ است | اگر خاموش بنشینم گناہ است
اگر میں دیکھوں کہ اندھا ہے اور کنواں | اگر پھر چپ بیٹھا رہوں تو گناہ ہے

حکایت:

ہارون الرشید راچوں ملک مصر مسلم شد گفتا بخلاف آں
ہارون الرشید کا جب ملک مصر پر اقتدار ہوگیا تو اس نے کہا کہ اس سرکش کے
طاغی کہ بہ غرور ملک مصرف دعوئے خدائی کرد نہ بخشم ایں ملک را الا
برعکس جس نے صرف ملک مصر کے گھمنڈ میں خدائی کا دعویٰ کیا میں یہ ملک نہیں دوں گا مگر
بخسیں ترین بندگاں سیاہے داشت خضیب نام ملک مصر بوے
اپنے غلاموں میں سے بھی ادنیٰ ترین کو اس کا ایک حبشی غلام خضیب نامی تھا ملک مصر اس کو
ارزانی داشت آوردہ اند کہ عقل ودرایت اوتا بجائے بود کہ طائفہ
بخش دیا لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس کی عقل وسمجھ اس درجہ کی تھی کہ مصر کے
خراث مصرف شکایت آوردندش کہ پنبہ کاشتہ بودیم برکنار نیل باراں
کاشتکاروں کی ایک جماعت نے شکایت کی کہ ہم نے دریائے نیل کے کنارے باڑی کی کاشت کی تھی بے موسم
بے وقت آمد وتلف شد گفت پشم بایستے کاشت تا تلف نہ شدے
کی بارش سے وہ تباہ ہوگئی ہے اس نے کہا تمہیں اون بونی چاہئے تھی تاکہ تباہ نہ ہوتی۔

صاحب دلے ایں کلام بشنید وگفت

ایک بزرگ نے یہ بات سنی اور کہا

مثنوی

اگر روزی بدانش در فزودے زناداں تنگ تر روزی نبودے

اگر روزی عقل کی وجہ سے بڑھتی تو بے وقوف سے بڑھ کر کوئی تنگ روزی نہ ہوتا

بناداں آں چناروزی رساند کہ دانا اندراں حیراں بماند

بے وقوف کو وہ اس طرح روزی پہونچاتا ہے کہ عقلمند اس میں حیران رہ جاتا ہے

مثنوی

بخت ودولت بکار دانی نیست جزبتائید آسمانی نیست

نصیبہ اور دولت ہنرمندی کی وجہ سے نہیں ہے یہ تو محض آسمانی تائید سے ہے

کیمیا گر بغصہ مردہ بہ رنج ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

کیمیا گر رنج میں غصہ سے مرگیا بے وقوف نے ویرانے میں خزانہ پالیا

اوفتادہ است درجہاں بسیار بے تمیز ارجمندوعاقل خوار

دنیا میں یہ بہت ہوا ہے کہ بے تمیز صاحب مرتبہ اور عقلمند ذلیل

حکایت:

یکے را از ملوک کنیزک چینی آوردند خواست درحالت مستی

بادشاہوں میں سے ایک کے پاس چین کی لونڈی لائے۔ بادشاہ نے مستی کی حالت میں

باوے جمع آید کنیزک ممانعت کرد ملک درخشم شدومر اورا بسیا ہے بخشید

چاہا کہ اس سے ہمبستری کرے لونڈی نے روک دیا۔ بادشاہ کو غصہ آگیا اور اس کو ایک حبشی غلام کو دے دیا

کہ لب زبرینش از پرۂ بینی درگزشتہ بود وزوریتشبہ گریباں فروہشتہ

جس کا اوپر کا ہونٹ ناک کے نتھنے سے بھی اونچا اور نیچے کا ہونٹ گریبان تک لٹکا ہوا تھا

ہیکلے کہ صخر جنی از طلعت او برمیدے وعین القطر از بغلش بچکیدے فرد

ایسا بدصورت کہ صخر نامی جن بھی اس کی صورت دیکھ کر بھاگتا اور تارکول کا چشمہ اس کی بغل سے ٹپکتا

تو گوئی تا قیامت زشب بروختم ست وبریوسف نکوئی

تو یہ کہے گا کہ قیامت تک کے لئے بدصورتی اس پر ختم ہے اور حضرت یوسف پر خوبصورتی

قطعہ

شخصے نہ چناں کہ یہ منظر کز زشتی اوخبر تواں داد

وہ شخص نہ ایسا بدصورت کہ جس کی برائی بیان کی جاسکے

وانگہ بغلش نعوذ اللہ مردار بآفتاب مرداد

اور پھر اس کی بغل تو اللہ بچائے بھادوں کی دھوپ کا سڑا ہوا مردار

آوردہ اند کہ دراں مدت سیاہ رانفس طالب بود وشہوت غالب

لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حبشی کا نفس طالب تھا اور شہوت غالت تھی

مہرش بجنبید مہرش برداشت بامداداں کہ ملک کنیزک رابجست ونیافت

اس کی محبت بھڑکی اوراس نے اس کی مہر اکھاڑ پھینکی صبح کے وقت جب بادشاہ نے لونڈی کو تلاش کیا اور نہ پایا

حکایت بگفتندش خشم بگرفت وفرمود تاسیاہ رابکنیزک استوار بہ بندند واز

تو لوگوں نے رات کا واقعہ بادشاہ کو بتایا۔بادشاہ کو غصہ آیا اور حکم دے دیا کہ حبشی کو لونڈی کے ساتھ کس کر باندھیں اور

بام جوسق بقعر خندق دراندازند یکے از وزرائے نیک محضر روئے

بالاخانہ کی چھت سے خندق کی گہرائی میں پھینک دیں ایک نیک طبیعت وزیر نے سفارش

شفاعت برزمین نہاد وگفت سیاہ بیچارہ رادریں خطائے نیست

کے لئے پیشانی زمین پر ٹیکی اور کہا حبشی بے چارے کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے

که سائر بندگاں بنوازش خداوندی متعود اند گفت اگر در مفاوضت او
اس لئے کہ تمام غلام شاہی مہربانی کے عادی ہیں اس نے کہا کہ اگر اس سے ہمبستری میں
شبے تاخیر کردے چہ شدے کہ من اورا افزوں تراز بہائے کنیزک
ایک رات کی دیر کردیتا تو کیا ہرج تھا کہ میں اس کو لونڈی کی قیمت سے بھی زیادہ
بدادمے گفت اے خداوند انچہ فرمودی معلوم ست لیکن نشیدی
دے دیتا اس نے کہا اے آقا جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے لیکن کیا جناب نے عقلندوں
کہ حکما گفتہ اند دریں معنی۔
کا وہ قول نہیں سنا جو اسی بارے میں ہے۔

قطعہ

تشنۂ سوختہ بر چشمۂ حیواں چو رسد	تو مپندار کہ از پیل دماں اندیشد
جلا بھنا پیاسا جب آب حیات کے چشمہ پر پہونچ جائے	تو یہ نہ سمجھ کہ وہ مست ہاتھی سے ڈرے گا
ملحد گرسنہ درخانہ خالی برخواں	عقل باور نکند کز رمضاں اندیشد
بھوکا لامذہب خالی گھر میں دستر خوان پر	عقل کو یقین نہیں آتا کہ وہ رمضان کا خیال کرے گا

ملک را ایں لطیفہ پسند آمد وگفت اکنوں سیاہ را بتو بخشیدم کنیزک را
بادشاہ کو یہ لطیفہ پسند آگیا اور اس کہا اب حبشی غلام میں نے تجھے بخشدیا لونڈی کا
چہ کنم گفت کنیزک را ہم بہ سیاہ بخش کہ نیم خوردہ سگ ہم اورا شاید
کیا کروں اس نے کہا کہ لونڈی بھی حبشی کو بخشد یجئے کہ کتے کا بچا ہوا کتے ہی کے مناسب ہے

ہرگز اورا بدوستی مپسند	کہ رود جائے ناپسندیدہ
دوستی کے لئے ایسے شخص کو پسند نہ کر	جو کسی بری جگہ چلا جائے
تشنہ را دل نخواہد آب زلال	نیم خوردہ دہان گندیدہ
پیاسہ بھی اس نتھرے پانی کو پینا پسند نہ کرے گا	جو کسی گندہ دہن کا بچا ہوا ہو

حکایت:

اسکندر رومی رارسیدند کہ دیار مشرق ومغرب را بچہ
اسکندر رومی سے لوگوں نے پوچھا کہ مشرق ومغرب کے ممالک تونے کیسے فتح
گرفتی کہ ملوک پیشیں را خزائن وعمروملک ولشکر بیش ازیں بود وچنیں
کرلیے اس لئے کہ پہلے بادشاہوں کے خزانے اور عمر اور ملک اور لشکر اس سے بڑھے ہوئے تھے اوران کو
فتحے میسر نہ شد گفت بعون اللہ عزوجل ہر مملکتے را کہ بگرفتم رعیتش را
ایسی فتح میسر نہ آئی، اس نے کہا خدا بلند وبالا کی مدد سے جو ملک میں نے فتح کیا اس کی رعایا کو
نیاز ردم ورسوم خیرات گزشتگاں باطل نہ کردم ونام پادشاہاں
میں نے نہ ستایا اور بزرگوں کی عمدہ رسموں کو میں نے موقوف نہ کیا اور بادشاہوں کا نام
جز بہ نکوئی نبردم
اچھائی کے سوا نہ لیا!

بیت

بزرگش نخوانند اہل خرد کہ نام بزرگاں بزشتی برد
عقلمند اس شخص کو کبھی بڑا نہیں مانتے جو بڑوں کا نام برائی سے لے

قطعہ

ایں ہمہ ہیچ ست چوں می بگزرد بخت وتخت وامر ونہی وگیرد دار
یہ سب کچھ کچھ بھی نہیں جب کہ جاتا رہتا ہے نصیبہ، تخت شاہی، حکم چلانا، روکنا، اور پکڑ دھکڑ
نام نیک رفتگاں ضائع مکن تابماند نام نیکت برقرار
پہلو کے نیک نام کو ضائع نہ کر تاکہ تیرا نیک نام باقی رہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتوح الغیب

تالیف:............حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

خیر وشر ایک ہی شجر کے دو ثمر ہیں:

حضرت شیخ ؒ فرماتے ہیں کہ خیر وشر ایک ہی درخت کی دو ٹہنیوں کے پھل ہیں۔ ایک ٹہنی کے پھل تو شیریں ہوتے ہیں اور دوسری کے تلخ۔ لہٰذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان ممالک اور اس سرزمین کے گرد ونواح کو چھوڑ دو جہاں کے لوگ تلخ ٹہنی سے پھل کو حاصل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں سے اور ان کے اہل سے بہت دُور نکل کر اس درخت کی قربت اختیار کرتے ہوئے اس کے پاسبان خادم بن کر اس کے نزدیک قیام پذیر ہو جاؤ۔ اور اس درخت کی ٹہنیوں نیز اس کے پھلوں کی شناخت پیدا کرتے ہوئے میٹھے پھل کی ڈالی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اس سے اپنی غذا اور روزی حاصل کرتے ہوئے کڑوے پھل کی ٹہنی کی طرف رُخ کرنے سے اجتناب کرتے رہو۔ کیونکہ اس کی تلخی تمہاری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتی ہے پھر جب تم اس حالت کو دائمی بنا لو گے تو تم راحت وسلامتی کے ساتھ تمام آفات وبلیّات سے مامون ہو جاؤ گے۔ کیونکہ آفات وبلیّات کڑوے پھل سے جنم لیتی ہیں اور اگر تم اس درخت کو نظر انداز کر کے گردش دوراں میں پھنس گئے پھر تمہارے ہاتھ میں دونوں قسم کے پھل پہنچ گئے جو اس طرح ملے جلے ہوئے ہوں۔ جن میں تلخ وشیریں پھلوں کی تمیز کرنی دشوار ہو تو اس کی تلخی تمہارے کام ودہن اور دماغ میں اس طرح سرایت کر جائے کہ اس عرق اور اس کے اجزا تمہاری جسمانی ہلاکت کا باعث ہو جائیں۔ یا اس کی تلخی تمہارے منہ میں اس طرح حلول کر جائے کہ اس اثرات دھونے سے بھی زائل نہ ہو سکیں۔ اور نہ جسم میں سرایت کردہ اثرات جسم کے لئے منفعت بخش ہو سکیں۔ لیکن اگر تم نے شیریں پھل منہ میں رکھ لیا تو اس کی حلاوت تمہارے اجزائے جسمانی کے لئے نفع بخش ہوں گی اور سرور راحت بھی حاصل ہو سکے گی۔ لیکن شیریں پھل کھانا ایک ہی مرتبہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ مسلسل کھاتے رہنا چاہیئے۔ اور اس سے بھی خود کو مامون تصور نہ کرنا چاہیئے کہ تیسری مرتبہ میں ثمر تلخ ہاتھ میں نہیں آ جائے گا۔ کیونکہ ہمارے

ذکر کے مطابق وہ دونوں ملے جلے ہوئے ہیں' لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ پھلوں کی شناخت اور درخت سے بُعد اختیار نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ سلامتی اسی میں ہے کہ درخت کے قریب ہی قیام پذیر رہا جائے۔

لہٰذا خیر وشر عزوجل ہی کے دو فعل ہیں اور وہی ان کا فاعل اور جاری کرنے والا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''اللہ ہی نے تم کو اور تمہارے اعمال کو تخلیق کیا ہے۔'' اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ خدا ہی نے اونٹ اور بکری پیدا کیے اور اسی نے ان کو ذبح کرنے والوں کو بھی پیدا کیا۔

اور بندوں کے اعمال وکسب کو تخلیق کرنے والا بھی وہی ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تمہارے اعمال کی جزا ہے۔'' سبحان اللہ یہ اس کا کتنا بڑا رحم وکرم ہے کہ اس کے اعمال کی نسبت بندوں کی طرف کی۔ اور ان کے اعمال ہی کی جزا میں دخول جنت کا حکم عطا کیا مگر یہ توفیق بھی اسی کی رحمت سے ملتی ہے جو اس نے دُنیا وآخرت میں مقدر فرما دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی فرد اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھی یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں نہ ڈھانپ لے اور جب تک میرے سر پر دستِ شفقت نہ رکھ دے''۔ یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ پھر جب تم احکام خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے فرماں بردار بن جاؤ گے تو خدائے عزوجل تمہیں بد اعمالیوں سے محفوظ رکھتے ہوئے اپنی خیر میں مزید اضافہ فرما دے گا۔ خواہ وہ برائیاں دینوی ہوں یا اخروی۔ اخروی برائیوں سے بچانے کے متعلق باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ''اللہ تمہیں عذاب میں کیوں کر مبتلا کرے گا جب کہ تم شکر گذار مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ شکر کی جزا دینے والا جاننے والا ہے۔ لہٰذا شکر گذار مومن تک بلائیں کس طرح رسائی حاصل کر سکتی ہے بلکہ وہ تو بلیات سے عافیت کی جانب اس لئے زیادہ قریب ہو جاتا ہے کہ اس وقت بندہ رحمت ونعمت کے مقام میں ہوتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اگر تم شکر کرو گے تو انعام واکرام میں اضافہ کر دیا جائے گا۔'' لہٰذا جب تمہارا ایمان آخرت میں نارِ جہنم کے ان شعلوں کو سرد کر سکتا ہے جو ہر معصیت کار کے لئے سزا بن جایا کرتے ہیں تو پھر ایمان کے ذریعہ بلیات دُنیاوی کی آگ کیوں سرد نہیں ہو سکتی۔ البتہ ان بندوں کو احوال قطعاً مختلف ہوا کرتے ہیں جن کو جذب وولایت اور برگذیدگی کیلئے منتخب فرما لیا گیا ہو۔ کیونکہ ان پر بلیات کا ہجوم اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے ذریعہ خواہشات کی نجاست، طبائع کی کثافت، شہوانی محرکات، آرام میں حصول لذت، خلق سے طمانیت اور لوگوں کی قربت سے مسرت وسکون حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا ان تمام چیزوں سے ان کو مصفا کرنا مقصود ہوتا ہے تا کہ ان کو قلوب میں توحید ومعرفت اسرار وعلوم

اورانوارِقرب کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔اس لئے کہ قلب ایک ایسا مکان ہے۔جس میں دو دل نہیں رکھے گئے۔''ایک اور جگہ فرمایا کہ''جب سلاطین کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اس کو ملیامیٹ کرکے بستی کے معزز لوگوں کو ذلیل ورسوا کرتے ہیں اور ان کو نفیس مکانوں اور عیش وراحت کی زندگی سے نکال کر باہر کرتے ہیں۔''ٹھیک یہی کیفیت ولایت قلب کی بھی ہے کہ اس سے شیاطین کو اور خواہشات نفسانی کو اور وہ اعضاء جو ان خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے انواع واقسام کے گناہوں اور گمراہی کا ارتکاب کرکے برباد کردیتے ہیں۔اسی طرح قلب کو خالی کردیا جاتا ہے کہ شیاطین کی حکمرانی بھی ختم ہوجاتی ہے اور اعضاء کی حرکت بھی ختم ہوجاتی ہے۔اور سینہ جو قلب کا صحن ہے وہ بھی پاک صاف ہوجاتا ہے۔اس وقت قلب،عرفان ووحدانیت کا اور اسرار وعلوم کا مخزن بن جایا کرتا ہے۔غرضکہ یہی تمام چیزیں بلیات و مصائب کا ثمرہ ہیں جیسا کہ حضورؐ کا فرمان ہے کہ''ہم گروہ انبیاء بلاؤں میں تم سے بہت زیادہ ہیں پھر جس کا درجہ کا ہے اسی کے مطابق''۔ایک اور حدیث میں ہے کہ''میں خدا کو تم سے زیادہ پہچانتا ہوں اور تم سے زیادہ اس سے خوفزدہ رہتا ہوں۔''لہٰذا جو شخص بادشاہ سے جس قدر قریب ہوگا اس کو خوف وخطر بھی زیادہ ہی ہوگا۔کیونکہ اس کی تمام حرکات وسکنات ہمہ وقت بادشاہ کی نظروں میں رہتی ہیں۔لیکن اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو پوری مخلوق ہی فرد واحد کی طرح ہے اور ان کی کوئی چیز خدا سے پوشیدہ تو ہم یہ جواب دیں گے اس وقت مقرب بارگاہ کے مراتب بلند ہوجاتے ہیں اور اس کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہوجاتا ہے تو اسی نوعیت کے اعتبار سے اس کے لئے خطرات میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے کیونکہ سب سے زیادہ شکر گذاری اس پر واجب ہوجاتی ہے اور خدا کے انعام واکرام بھی اس پر بڑھ جاتے ہیں لہٰذا اس کی اطاعت میں ادنیٰ عدم توجہی اور شکر گذاری میں کوتاہی اس کی اطاعت میں کمی و نقصان کا باعث ہوجاتی ہے۔جیسا کہ باری تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی ازدواج مطہرات کے لئے فرماتا ہے کہ''اے نبی کی بیویو!تم میں جو بھی کھلی نافرمانی کرے اس کو دُگنا عذاب دیا جائے گا۔''لیکن حضور کی ازدواج مطہرات سے یہ فرمانا محض اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبیؐ کے ساتھ متصل کرتے ہوئے ان پر اپنی نعمتوں کا اہتمام فرمادیا ہے۔پھر جو شخص بارگاہِ خداوندی کا مقرب بن گیا ہو اس کی کیا کیفیت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے بلند وبالا ہے کہ اس کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی جاسکے۔جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شئے اس جیسی نہیں ہے وہی سمیع وبصیر ہے۔''اور حقیقت یہ ہے کہ کسی کو ہدایت عطا کرنا بھی اسی کا کام ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیوان حافظ

از:.................. حضرت حفیظ شیرازیؔ

ترجمہ:.................. مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

سینہ ام ز آتشِ دل درغم جانا نہ بسوخت
معشوق کے غم میں دل کی آگ سے میرا سینہ جل گیا
تنم از واسطۂ دوریِ دلبر بگداخت
دلبر کی دوری کی وجہ سے میرا جسم گھل گیا
ہر کہ زنجیرِ سرِ زلفِ پری روئے تو دید
جس نے تیرے پری جیسے چہرہ کی زلف کی زنجیر کو دیکھ لیا
سوزِ دل بیں کہ زبس آتشِ اشکم دل شمع
دل کی گرمی کو دیکھ کہ میرے آنسوؤں کی گرمی نے شمع کے دل کو
چوں پیالہ دلم از توبہ کہ کردم بشکست
جو توبہ میں نے کی اس سے میرا دل پیالہ کی طرح شکستہ ہوگیا
ماجرا کم کن وباز آ کہ مرا مردمِ چشم
گفتگو کم کر اور واپس آجا اس لئے کہ میری آنکھوں کی پتلی نے
آشنائے نہ غریب ست کہ دلسوزِ من ست
وہ آشنا اجنبی نہیں ہے جو میرا دل جلانے والا ہے
خرقہ زہد مرا آب خرابات ببرد
میرے زندگی گدڑی کو شراب خانہ کا پانی بہالے گیا

آتشے بود دریں خانہ کہ کاشانہ بسوخت
اس گھر میں ایسی آگ تھی جس نے پورا گھر جلادیا
جانم از آتشِ ہجرِ رخِ جانانہ بسوخت
محبوب کے رخ کے فراق کی آگ سے میری جان جل گئی
شد پریشان ودلش برمن دیوانہ بسوخت
وہ پریشان ہوگیا اور اس کا دل مجھ دیوانہ پر جلا
دوش برمن زسرِ مہر چو پروانہ بسوخت
شب گزشتہ مجھ پر مہربانی سے پروانہ کی طرح جلادیا
چوں صراحی جگرم بے مے وپیمانہ بسوخت
میرا جگر شراب اور پیمانہ کے بدوں صراحی کی طرح جل گیا
خرقہ از سربدر آورد وبشکرانہ بسوخت
خرقہ سر سے اتاردیا ہے اور شکرانہ میں جلادیا ہے
چوں من از خویش برفتم دلِ بیگانہ بسوخت
جب میں اپنے سے گیا تو غیروں کا بھی دل جل گیا
خانہ عقل مرا آتش خمخانہ بسوخت
میری عقل کے خانہ کو شراب خانہ کی آگ نے جلادیا

ترک افسانہ بگو حافظؔ و مے نوش ذمے   کہ نخفتیم شب و شمع بافسانہ بسوخت

اے حافظؔ افسانہ گوئی چھوڑ، اور تھوڑی دیر شراب پی   اس لئے کہ ہم تمام شب نہ سوئے اور شمع افسانہ میں جل گئی

ساقیم خضرست دے آب حیاب   توبہ ازمے چوں کنم ہیہات ہات

میرا ساقی خضر ہے، اور شراب آب حیات ہے   ہائے افسوس! میں شراب سے کس طرح توبہ کروں گا

بادہ تلخ از لب شیرین لباں   درحلاوت می بروآب ازنبات

شیرین ہونٹ والوں کے ہونٹ سے، تلخ شراب   مٹھاس میں، مصری کو شرمندہ کرتی ہے

چوں دم عیسےٰ نسیم اوزلطف   مردہ صدسالہ بخشد حیات

اس کی ہوا پاکیزہ کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کی پھونک کی طرح   سوسالہ مردے کو، زندگی بخشی ہے

جز بآب آتشیں یعنی شراب   حل نمیگر دومراایں مشکلات

آتشیں پانی، یعنی شراب کے سوا   میری، یہ مشکلات حل نہ ہوں گی

روزی مابیں کہ دیوان عشق   جزئے ہجراں نشد مارابرات

ہماری روزی کو دیکھو! کہ عشق کے دفتر سے   ہجر کی شراب کے علاوہ ہمیں دیتا ویزنہ ملی

شادبادارواح آں رندے کہ او   برسر کوئے مغاں یابدوفات

اس رند کی روح، خوش رہے جو   مغچوں کے کوچہ میں، وفات پاجائے

حاصل عمر تو حافظؔ درجہاں

اے حافظؔ! دنیا میں تیری زندگی کا حاصل

بادۂ صافی ست باقی ترہات

صاف شراب ہے، باقی بیہودگی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدۂ اہل سنت

از:............حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری

مترجم:............ڈاکٹر سید محمد امین

پندرھواں نور : خوب سمجھ لو کہ جب سالک کی سیر الی اللہ قریب الختم ہوتی ہے اور ایک ساعت کے علاوہ کوئی ساعت باقی نہیں رہتی اس وقت ابلیس لعین آتا ہے جیسا کہ دنیاوی موت کے وقت اپنے نفس ناپاک کے ساتھ آتا ہے اور یہ کام اپنی ذریت سے نہیں لیتا اور جس طرح موت کے وقت ایمان غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جن پر اللہ رحم فرمائے اور میرا پروردگار تو بڑا غفور و رحیم ہے (ایمان غارت کرنے میں ابلیس ناکام رہتا ہے) اسی طرح اس ساعت کو جو سالک کی کوششوں کا لب لباب ہے، غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ہو اور اولیاء اللہ کی توجہ اس بے کس ولاچار سالک کے باطن کی طرف ہو تو اسے چھٹکارا مل جاتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کرتا ہوا ایک صحرا میں پہنچا کئی روز مجھے پانی نہ ملا مجھے پیاس نے پریشان کیا ناگاہ ایک بادل نے سایہ ڈالا اور اس سے شبنم کی مانند ایک چیز نمودار ہوئی کہ میں اس سے سیراب ہوا پھر میں نے ایک روشنی دیکھی کہ آسمان کا کنارہ اس سے روشن ہو گیا اور اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور اس سے ایک آواز مجھے سنائی دی کہ اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے حرام چیزیں تجھ پر حلال کیں میں نے یہ بات سن کر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور کہا کہ ملعون دور ہو فوراً وہ روشنی اندھیرے سے اور وہ صورت دھوئیں سے بدل گئی اور مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے علم اور اپنے پروردگار کے حکم سے مجھ سے نجات پائی خدا کی قسم اس قسم کے واقعات سے ستر اہل طریقت گمراہ کر چکا ہوں میں نے کہا کہ یہ تو صرف میرے رب کا فضل و احسان ہے۔ سیدنا غوث اعظم سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ وہ شیطان ہے، فرمایا اس کے اس قول سے کہ میں

نے حرام کو تمہارے لئے حلال کیا میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ گناہ کا حکم نہیں دیتا۔

سولھواں نور: ولی کو ولی نہ جاننا اور غیر ولی کو ولی سمجھنا دونوں ممنوع ہیں اس لئے کہ یہ بے ادبی کی انتہا اور سنگ دلی ہے۔ نبی کو جھٹلانا کفر ہے اور ولی کو جھٹلانا فی الحال فسق ہے لیکن انجام کار یہ بات کفر کی طرف کھینچ لے جا سکتی ہے۔ نبی کا قتل اسی وقت کفر ہے اور ولی کا قتل کرنا اگر چہ فی الحال فسق ہے لیکن ولی کے قاتل کا بھی اپنا ایمان سلامت لے جانا دشوار ہے جیسا کہ تجربہ ہوتا ہے۔

سترھواں نور: انسان چار اوصاف کے ساتھ عدم سے وجود میں آیا۔ ا۔ بہیمی ۲۔ سباعی ۳۔ شیطانی ۴۔ ملکوتی صفت بہیمی (حیوانی) کی وجہ سے قوت شہوانی ظاہر ہوئی اور صفت سباعی کی وجہ سے قوت غضب ظاہر ہوئی اور شیطانی صفت کی وجہ سے غرور، نخوت، گھمنڈ، چالبازی اور مکاری وغیرہ ظاہر ہوئیں اور صفت ملکوتی جو اصل صفت ہے اس کی وجہ سے انسان نے انسان کا نام پایا اسی کی وجہ سے اطاعت وفرماں برداری، محبت واخلاص، عشق ولطف وغیرہ ظاہر ہوئے، اب اگر انسان میں دیگر صفات پر ملکوتی صفت غالب ہے اور اس نے دوسری صفات کو مغلوب ومحکوم بنالیا ہے تو وہ انسان کہلائے جانے کا مستحق ہے ورنہ اس کا شمار چوپایوں، درندوں یا شیطانوں میں ہوگا۔ اگر برے لوگوں کی صحبت نے اس قوت کو ملیا میٹ کر کے غفلت مس ڈال دیا ہے یعنی انسان اپنی اصل کو بھول کر یہ سمجھنے لگے کہ میں صرف کھانے پینے اور عیش وعشرت کے لئے پیدا ہوا ہوں تو اسے اس خیال کو ترک کر دینا چاہئے اس کے لئے کسی کامل بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جو صفات بہیمی، سباعی اور شیطانی سے گزر کے صفات ملکوتی حاصل کر چکا ہو اور وہاں سے باطنی فیض حاصل کر کے اسی پر عمل کرے۔

اٹھارواں نور: اس راہ کی جڑ اور تمام مجاہدوں سے بڑھ کر برزخ شیخ ہے لہٰذا اس راہ کے مسافر کو یہ بات سمجھ کر اس کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ برزخ یہ ہے کہ کسی جگہ تنہا بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور ذہن میں جمائے گویا میں شیخ کے آمنے سامنے بیٹھا ہوں اور میں نے اپنا دل مرشد کے دل کے نیچے ملا دیا ہے اور فیض کے چشمے سے وہ فیوض جو پیران سلسلہ کی ارواح کے وسیلے سے میرے مرشد کے دل میں سماتے ہیں اس سے نورانی فوارہ یا سورج کی کرن یا صبح کی ٹھنڈی ہوا یا بارش کے قطروں کی شکل میں ظاہر ہو کر میرے دل میں اترتے ہیں اور ان فیوض کی برکت سے میرا دل مرشد کے دل کی صفت اختیار کرلے گا اور بلند درجات کی طرف ترقی کرے گا۔ اپنے مرشد کو ہر آن ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ اور خبردار جانے یعنی حقیقتاً اپنی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس مظہر یعنی برزخ شیخ میں جلوہ گر ہے وہ میرے حال سے واقف ہے۔ درحقیقت شیخ کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے وہی ہے چنانچہ وہی تمام عالم میں مختلف مظاہر میں جلوہ گر ہے یہاں بھی اپنی صفت ہدایت اور اپنے اسم ہادی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما ہو کر

ہدایت فرماتا ہے اور شیخ اس کے اسم ہادی کا مظہر ہے۔ وہی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرمارہا ہے اور ہمارے حال سے آگاہ وخبردار ہے اور شیخ اس کے اسم علیم کا مظہر ہے اور بس۔ تو ہدایت کرنا اور خبردار رہنا سب اسی کے لئے ہے اور شیخ تو بس مظہر ہے۔ ہاں ہدایت علیمی اور علامی کی نسبت مجازاً شیخ کی جانب کردی جاتی ہے حقیقتاً نہیں کہ حقیقتاً تو وہ خود ہی فنا ہونے والوں میں ہے۔ برزخ انتہا میں مرشد کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علیمی کا مظہر جانے اور برزخ کا آخری سے آخری درجہ یہ ہے کہ نہ شیخ رہے نہ برزخ شیخ، جو کچھ ہو صرف ایک وہی ذات ہو تو جب اس طرح متواتر کرے گا تو طالب کا دل صفت روح کے ساتھ جڑ جائے گا اور دل صاف ہو کر تجلیات کے قابل بن جائے گا۔ اور رفتہ رفتہ وہ برزخی صورت کلام کرنے لگے گی اور سالک کو زبان حال وقال کے ہر سوال کا جواب سن لینے کی لیاقت پیدا ہوجائے گی اور صورت ملک وملکوت اور جبروت ولاہوت کے تمام مقامات سالک پر ظاہر کردے گی اور اسی صورت کے ذریعے تمام ارواح سے عالم ملکوت میں ملاقات ہوگی یہاں تک کہ حضور سرور عالم ﷺ کی روح مبارک کی حضوری نصیب ہوگی۔ ملکوت میں کوئی روح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح جیسی یا اس سے مشابہ نہیں ہے اس روح مبارک کی حضوری سے اس راہ کے علوم کی گہرائیاں اور باریکیاں طالب کے علم میں آئیں گی اور یہ صورت عالم مثال سے ہے اور یہ عالم ملکوت کی کنجی۔ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عالم مثال ہیں ہر شخص کی ایک صورت ہے اور یہ صورت موت کے بعد باقی رہتی ہے اس کے برخلاف صورت جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ عام طور پر فنا ہوجاتی ہے۔ خواب میں جو صورت نظر آتی ہے وہ یہی صورت مثالی روحانی ہوتی ہے ور جو کامل ہوتے ہیں وہ اسی صورت مثالی کی قوت سے ایک آن میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے اور دکھائی دیتے ہیں اور ہزاروں جگہ کسی شکل میں آنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ برزخ کی اس مشق کے مکمل ہوجانے کے بعد شیخ کی یہ صورت مثالی ہمیشہ سالک کے دائیں بازو، ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے نظر میں موجود رہے گی اور اس کے کام بنائے گی، مشکلیں حل کرے گی اور حیوانیت کے درجے سے انسانیت کی بلندی پر پہنچائے گی۔ پس اگر انسانی صورتوں اور درندہ سیرتوں کو کسی انسان اصلی وکامل کی صحبت کا اتفاق پڑ جائے اور اسے غنیمت جانے کہ اس کی صحبت کے فیض وبرکت سے اپنی بھولی ہوئی اصلیت یاد آجائے گی اور یہ بھی انسان کامل بن جائے گا ورنہ مدتوں اپنی غلطیوں میں پڑے پڑے مرجائیں گے۔ اللہ ہمیں جہالت کے اندھیرے سے نکالے ور بلند مرتبے کی روشنی تک پہنچا دے آمین آمین آمین۔

انیسواں نور : اے بھائی یہ سب ایک ذات کے جلوے ہیں کہ تجھے ہر شکل اور ہر قسم میں

دکھائے جاتے ہیں۔ وہ جس طور چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے اور یہ اس ذات پاک کے لئے کوئی بڑی چیز نہیں۔

بیسواں نور: عالم برزخ وہ عالم ہے جہاں بنی آدم کی روحیں اپنے بدن سے جدا ہو کر تا قیام حشر قیام کریں گی اور یہ مقام قرآن کریم سے اجمالاً اور احادیث و اخبار نبویہ سے تفصیلاً ثابت ہوتا ہے۔ یہ عالم، دنیا اور آخرت کے درمیان واقع ہے اسی لئے اسے برزخ کہتے ہیں اور یہ عالم، عالم مثال نہیں ہے یہ اور ہی عالم ہے جو اولیاء اللہ کے مکاشفات سے ملک وملکوت کے درمیان واقع ہے اور اپنی نورانیت اور لطافت کے اعتبار سے عالم ملائکہ سے مشابہ ہے اور اپنی مقدار اور رونق کے اعتبار سے عالم ناسوت جیسا ہے۔ اس عالم میں دونوں عالم کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہاں کا ہر زمانہ، زمانہ حال ہے ماضی اور مستقبل کی وہاں گنجائش نہیں ہے۔ اس عالم میں جو کچھ ہو چکا اور ہے اور ہوگا یا آیا گیا یا آئے گا سب کی مثالی اس عالم مثال میں بالفعل موجود ہے چنانچہ کتاب فتوحات مکی کی عبارت اس دعویٰ پر گواہ ہے کہ عالم مثال اور ہے عالم برزخ اور۔ فتوحات مکی کے مصنف قدس سرہ کی گفتگو کا نچوڑ یہ ہے کہ عالم برزخ جس کی طرف روحیں اپنے بدنوں سے علاحدگی کے بعد منتقل ہو جاتی ہیں اس برزخ کے علاوہ ہے جو جسموں اور روحوں کے درمیان ہے۔ پہلے کا نام غیب محالی ہے ور دوسرے کا نام غیب امکانی ہے۔ تو غیب امکانی کو دیکھنے ور اس کی خبریں دینے والے بہت سے ہیں برخلاف غیب محالی کے کہ اس کا کشف کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔

اکیسواں نور: قبریں تین ہیں۔ پہلی دنیا کی قبر کہ وہ زمین کی خاک پر ہے۔ دوسری عالم مثال کی قبر، یہ وہ قبر ہے جو عالم برزخ اور عالم شہادت کی خبروں کے درمیان واقع ہے اور دونوں قبروں کا عکس اور سایہ ہے۔ یہ قبر لطافت اور نورانیت کے اعتبار سے قبر برزخ کے مشابہ ہے اور محسوس و مقداری ہونے کے اعتبار سے قبر دنیا سے مشابہ ہے۔ تیسری قبر عالم برزخ کی قبر ہے اور وہی اصلی قبر اور ٹھہرنے کا مقام ہے یعنی روحیں اپنے بدنوں سے جدا ہونے کے بعد صور پھونکے جانے کے وقت تک اسی جگہ مقیم رہیں گی اور نعمت و عذاب، تنگی و فراخی کی جگہ یہی قبر ہے اور دوسری دونوں قبروں پر یہ ثواب و عذاب بطور عکس اور سایہ کے وارد ہوگا اور یہی قبر اقطاب کے کشف کا مقام ہے یعنی اپنے وقت کے قطب پر اس کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام سے فیوض اسی قبر سے حاصل ہوتے ہیں اور سوال و جواب کا تعلق بھی اسی قبر سے ہے اور زندہ کا مردوں سے سوال کرنا اور مرنے والوں کا زندوں کو جواب دینا بھی اسی قبر سے متعلق ہے۔

ایک زندہ آدمی اپنا جو بھی مدعا اولیاء کی قبروں پر عرض کرتا ہے اس کا جواب اسے دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلا خطرہ صحیحہ کے طور پر دوسرا اس آواز کی طرح جو کسی گہرے کنویں یا گنبد کے اندر سے گونج کی صورت میں پیدا ہوتی ہے یا دور سے ہوا کے ذریعہ سنائی دیتی ہے۔ پہلے کا طریقہ یہ ہے کہ سوال کرنے والا

اپنے دل ہی دل میں بطور خطرے کے کہتا اور خاموش ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر بعد جو خیال سائل کے دل میں آئے گا اسے دوسری طرف سے ملنے والا جواب سمجھے اور کبھی آواز بالکل صاف ہوتی ہے جیسے ایک دوسرے سے بات چیت کرنے میں آتی ہے۔ یہ مرتبہ کامل لوگوں کو ملتا ہے جو مشق اور ورزش کی زیادتی سے حاصل ہوتا ہے اور یہ قبر اصلی دنیا کی قبر کے مقابل ہوتی ہے اور اگر دنیا میں قبر نہیں یعنی آدمی دفن نہیں ہوا بلکہ کوئی جانور کھا گیا یا آگ میں جل گیا تو ہضم کے بعد جہاں کہیں بھی اس کا فضلہ ہوگا وہیں اس کی قبر تصور کی جائے گی اس لئے کہ اجزائے انسانی کا ایک جز یعنی تخم کبھی ختم نہیں ہوتا نہ کسی طرح اس کی حالت بدلتی ہے نہ اس میں تبدیلی آتی ہے تو وہ تخم حیوان کے پیٹ سے جس حصہ زمین پر گرے گا وہی اس کی قبر سمجھی جائے گی، اسی طرح جلانے میں بھی وہ ذرات محفوظ رہتے ہیں اور زمین انہیں بطور امانت رکھتی ہے اور وہی اس کی قبر ہوتی ہے اور اس قبر اصلی کا اثر اس دنیاوی مجازی قبر پر ایسا ہوتا ہے جیسے زمین پر سورج کی کرنیں یا مکان میں چراغ کی روشنی یا بدن سے روح کا تعلق۔ اس مثال سے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قبر چندروزہ ہے اور اس میں ہمیشہ طرح طرح کی تبدیلیاں چکر لگاتی رہتی ہیں۔

بائیسواں نور: جان لو کہ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں چلے جانے کا نام ہے اسی لحاظ سے آدمی کی تین موتیں اور چار زندگیاں ہوتی ہیں۔ چار زندگیوں سے تین موت کے لئے ہیں اور چوتھی آخری ہمیشہ کیلئے اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب روز میثاق اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو لباس وجود پہنایا اور الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں) فرما کر جواب میں بلیٰ (بے شک) سنا تو یہ پہلی زندگی تھی اور اس کی مدت کا علم خدا کو ہی ہے اور جب اس جگہ سے منتقل کر کے ہمیں عالم شہادت میں پہنچایا تو یہ انتقال، عالم ارواح سے ہماری موت تھی اور ہمارا آنا عالم اجساد کی زندگی۔ یہ تو پہلی موت دوسری زندگی ہوئی اس کی مقدار اتنی ہی ہے جسے عمر کہتے ہیں اور جب ہم یہاں سے عالم برزخ میں پہنچیں گے تو یہ دوسری موت ہے کہ ہم دنیا سے چلے اور یہی تیسری زندگی ہے کہ عالم برزخ میں قیام کریں گے اور جب وہاں سے ہمیں آخرت میں پہنچایا جائے گا تو برزخ سے انتقال تیسری موت ہوگی اور دار آخرت میں پہنچنا چوتھی زندگی ہے اور یہ وہ زندگی ہے جس کے بعد کوئی موت نہیں۔

تیسواں نور: (سوال) اس میں کیا حکمت ہے کہ عالم کو فناء مطلق یعنی قیامت کے بعد دوبارہ وجود عطا فرمایا جائے گا اور پھر ابداً آباد تک باقی و دائم رکھا جائے گا۔ ممکن ہے اور ممکن یہی ہے کہ خود نہ ہو محض قدرت سے وجود پائے اور پھر اس کے فنا پر قدرت باقی رہے جیسا کہ ظہور میں آئے گا تو پھر اسے موجود کرنے اور باقی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟۔

(جواب) جو پہلے ہی فرصت میں الہام ہوا، وہ بیان کرتا ہوں اگر دل کو اچھا لگے تو تسلیم کر لیں ورنہ

اصلاح کی کوشش کریں۔ یہاں صوفیائے کرام کے نزدیک دو مقام ہیں۔ پہلا کان اللہ ولم یکن معہ شی (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا) اسے مقام احدیت کہتے ہیں دوسرا یہ کہ جب خدا نے اپنی خدائی کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اس کا ظہور ماسوی کی تخلیق کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا اس نے تخلیق کا ارادہ فرمایا اور عالم کو عدم سے وجود میں لایا اسے مقام واحدیت کہتے ہیں۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اپنے کو پہنچوائے کہ اگر مخلوق نہ ہوتی تو خالق کو خالق کے سوا کون جانتا اور کون خالق کہتا تو مقام واحدیت کی وجہ سے ماسوی کو پیدا فرمایا اور خود کو ان پر ظاہر فرما کر الست بربکم فرمایا اور مخلوق سے بلیٰ کے جواب کا اعتراف کرایا اور پھر فنا کردے گا کیونکہ عالم کے دوبارہ زندہ ہونے کے لئے فنا ضروری ہے۔ اب اگر پھر زندہ نہ فرمائے تو مقام احدیت باقی رہتا ہے اور مقام واحدیت جیسا تھا پھر پردہ میں آجائے اس لئے کہ احدیت کی بنیاد واحدیت پر نہیں ہے برخلاف اس کے واحدیت قطعاً احدیت پر منحصر ہے اور اس کا باقی رہنا کسی طرح احدیت کا انکار نہیں جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ ھوالآن کما کان (وہ جیسا تھا اب بھی ہے) تو ان دونوں تجلیوں کی شانوں نے چاہا کہ مقام واحدیت پھر اپنے چہرے سے پردہ اٹھائے اور ہمیشہ افق تجلی پر رہے لہٰذا وہ عالم فانی کو پھر زندہ فرمائے گا۔ یہ ہے اس کی حکمت کہ مخلوق کو دوبارہ وجود کا لباس بخشا جائے گا اور پھر واپس نہ لیا جائے گا اور پھر اس کی حکمت تو خداوند جل جلالہ وعم نوالہ جانے۔

چوبیسواں نور: جب حضرت آدم علیہ السلام کا قالب تیار ہوا تو تمام عالم ملکوت میں آپ کی خلافت الٰہیہ کی شہرت ہوئی تو ملا اعلیٰ کے فرشتے ابلیس کے پاس پہنچے اور کہا کہ تو نے اس کالبد خاکی کو دیکھا ہے اس جسم مرکب کے خلیفہ الٰہی کے راز ہمیں سمجھا، ہمیں اس طرف کوئی راستہ نہیں ملتا۔ ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے اس بے جان جسم میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد باہر آ کر بولا کہ میں نے اس جسم کو ٹٹولا، مجھے کوئی جگہ خلافت کے لائق نہیں ملی اس لئے کہ وہ جسم پٹھوں، رگوں، خون، ہڈیوں، گوشت اور چربی وغیرہ کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ خون جوش میں آ کر سیلاب کی طرح دوڑے گا اور پٹھوں میں تناؤ پیدا کر کے ایک دوسرے سے جنگ وجدال کرائے گا اور پھر اس سے ہر طرح کے گناہ اور نافرمانیاں سرزد ہوں گے اور یہ ساری باتیں منصف نبوت کے خلاف ہیں البتہ اس جسم کے بائیں جانب میں نے ایک کوٹھری پائی کہ اس میں کوئی چیز بطور امانت پوشیدہ ہے۔ میں نے اس طرف سیر کی طاقت نہیں پائی مجبور ہو کر باہر آ گیا تو اللہ کی خلافت کا سبب اگر کچھ ہے تو وہی پوشیدہ راز اور امانت ہے ورنہ اور تو کچھ ہے نہیں۔

صوفیائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ وہ راز، عشق محبت خداوندی کا راز تھا کہ آدم علیہ السلام کے دل میں اسے امانت بنا کر رکھ دیا اور آدم کو اس پر شیدا کر دیا یہ چیز کسی دوسری مخلوق کو میسر نہیں۔ اے بیٹے جان

لے کہ آدم محض اس راز کی وجہ سے آدم بنے ورنہ وہ بھی مثل دیگر مخلوق کے تھے۔ تو تم اس راز سے کیوں غافل ہو، اسے ترقی کیوں نہیں دیتے اور اپنے خالق کو تلاش کیوں نہیں کرتے، اسے حاصل کیوں نہیں کلیتے۔ اگر تمہیں وہ راز نصیب ہو جائے تو تم آدمی بن جاؤ گے ورنہ ذلیل رہو گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اپنے دل میں عشق الٰہی کو زیادہ کرو اور اپنے آپ کو اس ذات پاک کا طالب بناؤ تاکہ تم کچھ بن جاؤ کہ لوگ کہیں کہ تم بھی مرد خدا ہو۔

پچیسواں نور: نسبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں پہلی عاشقانہ یعنی عاشق کا معشوق کے ساتھ تعلق کا غالب آ جانا اور دوسری معشوقانہ یعنی معشوق کا عاشق کے ساتھ تعلق کا زیادہ ہونا۔ پہلی نسبت خلیلی ہے اور دوسری حبیبی۔

خلیلی یہ ہے کہ طالب کے تمام کام محبوب کی مرضی کے مطابق ہوں اور حبیبی یہ ہے کہ مطلوب کے تمام کام طالب کی رضا کے موافق ہوں۔ اولیاء اللہ انہیں دو نسبتوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ بعض کی نسبت عاشقانہ ہوتی ہے بعض کی محبوبانہ۔ نسبت کے معنی یہ ہیں کہ دل کا تعلق ہمیشہ رب تبارک وتعالیٰ سے رہے اور سب سے منقطع رہے اور اس جملے کے کہ فلاں صاحب نسبت ہے۔ یہی معنی ہیں کہ اس کا دلی تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

چھبیسواں نور: طلب صادق، طالب کو اللہ کے حکم سے، درجہ کمال حاصل کرنے سے محروم نہیں رکھتی اگرچہ اس کا پیر ناقص ہو بلکہ کبھی کبھی تو ایسا پیر بھی مرید کی سچی طلب کی برکت سے درست ہو جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک صاحب کو ہمیشہ پیر کی تلاش رہتی تھی مگر انہیں ان کی مرضی کے مطابق کوئی پیر نہ مل سکا۔ آخر ایک روز پریشان ہو کر قسم کھائی کہ آج رات جو شخص میرے گھر آئے گا اسی کا مرید ہو جاؤں گا۔ اتفاق سے اس رات اس کے گھر میں چور گھس آیا۔ اس طالب صادق نے، کہ انتظار میں تھا، فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہا کہ مجھے مرید کر لیجئے۔ چور پہلے تو ڈرا لیکن پھر اسے بے وقوف جان کر مریدی میں قبول کر لیا کہ شاید اس طرح پیچھا چھوٹ جائے۔ خیر جب چور نے اسے مرید کر لیا تو اس نے کہا کہ اب مجھے حکم دیجئے کہ میں اس میں مشغول ہو جاؤں اور خدا تک پہنچوں۔ چور بے چارہ کو یہ کیا معلوم (جس نے سلیمان علیہ السلام کو نہ دیکھا ہو وہ پرندوں کی بولی کیا سمجھے) لیکن اپنے چھٹکارے کے لئے اس سے چند کلمے کہے کہ تمام خاندان سے الگ ہو کر جنگل میں چلے جاؤ اور وہاں تنہائی میں بیٹھ کر یاد الٰہی کرو اور اللہ اللہ کرتے رہو دل کو حاضر رکھنا۔ طالب صادق اس تعلیم کو سنتے ہی اپنے خاندان سے تعلق ختم کر کے جنگل میں چلا گیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا چونکہ پیر ناقص تھا اس لئے خدا تک رسائی نہ ہوئی۔ بارگاہ الٰہی سے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس چور کو تعلیم دے کر درجہ کمال تک پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارے جس

طالب صادق کو تو نے مرید کیا ہے اسے ہم تک پہنچا۔ چنانچہ خضر علیہ السلام کی تعلیم سے گھڑی بھر میں اس کی چوری بھی چھوٹی اور وہ صاحب کمال ہو کر مرید کے پاس پہنچا اور اسے بھی خدا رسیدہ بنایا۔ دیکھئے طالب کی طلب صادق نے پیر ناقص کے ساتھ کیا کیا اور کیا ہو گیا۔

ستائیسواں نور: میں نے اپنے شیخ (شاہ آل رسول) رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بعض درویشوں کو بارہا حرام اور مردار کھاتے دیکھا گیا ہے۔ کئی بار دیکھا گیا کہ انہوں نے مرے ہوئے جانور کے گوشت اور چربی کو استعمال کیا اور بظاہر وہ مجذوب و مجنون کی صورت بھی نہیں رکھتے بلکہ کبھی کبھی تو وہ دوسروں کو بھی اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں جب ہم نے دیکھا تو وہ حلوہ نکلا۔ یہ کیا راز ہے۔ ارشاد فرمایا کن فیکون۔ یہ باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب بندہ فانی محض ہو کر اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے تو اسے یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ چیزوں کی حقیقت کو بدل دے۔ تو وہ اگر مردے کو زندہ کہہ دے تو وہ زندہ ہو جائے اور زندہ کو مردہ کہہ دے تو مردہ ہو جائے اگر وہ مردار کے گوشت کو حلوہ کہہ دے تو حلوہ ہو جائے اور حلوے کو اگر فضلہ کہہ دے تو فضلہ ہو جائے۔ وہ زہر ہلاہل کو تریاق اور تریاق کو زہر ہلاہل کر دے چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے زہر کھالینے کا واقعہ مشہور ہے تو جب اسے اس صفت سے حصہ مل گیا اور وہ فضلہ کو حلوہ سمجھ کر کھائے تو تعجب کی کیا بات ہے کہ وہ اس کی قوت کرامت سے حلوہ ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ماہیت بدل جاتی ہے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے مثلاً انگوری شراب نجس العین اور حرام ہے، اگ وہ سرکہ ہو جائے تو اس کا کھانا حلال و درست ہے۔ یہی حال تمام چیزوں کا ہے اور اب اس میں کوئی خطرہ نہیں میں نے عرض کیا کہ حضور اب میری دلی تسکین ہو گئی۔

اٹھائیسواں نور: ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت روح کیا ہے؟ فرمایا کہ روح صفت حیات باری تعالیٰ کا عکس ہے، جب باری تعالیٰ کی ذات اور صفات کا سمجھنا محال ہے تو روح کی حقیقت کیسے جان سکتے ہیں کہ یہ تو اسی کا ظل اور عکس ہے۔............................ (جاری ہے)

ماخوذ: سراج العوارف فی الوصایا والمعارف

حدیث

اَلْعُفُوُ لَایَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزاً وَالتَّوَاضُعُ لَایَزِیْدُ اِلَّا رَفْعَۃً

ترجمہ: عفو در گذر کرنا بندوں کی عزت بڑھاتا ہے اور تواضع وانکساری بندوں کو رفعت (سربلندی) عطا کرتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

از: .... حضرت داتا گنج بخش لاہور

تبع تابعین میں سے امام طریقت امام الائمہ، مقتدائے اہل سنت، شرف فقہا، عز علماء سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت خزازی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ عبادات ومجاہدات اور طریقت کے اصول میں عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہیں۔ ابتدائی زندگی میں آپ نے لوگوں کے اژدہام سے کنارہ کش ہوکر گوشہ نشینی کا قصد فرمایا تا کہ لوگوں میں عزت وحشمت پانے سے دل کو پاک وصاف رکھیں اور دن ورات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ومنہمک رہیں مگر ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استخوان مبارک کو جمع کر رہے ہیں اور بعض کو بعض کے مقابلہ میں انتخاب کر رہے ہیں۔ اس خواب سے آپ بہت پریشان ہوئے اور حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے ایک مصاحب سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی انہوں نے جواب دیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک اور آپ کی سنت کی حفاظت میں ایسے بلند درجہ پر فائز ہوں گے گویا آپ ان میں تصرف کر کے صحیح وسقیم کو جدا جدا کریں گے۔ دوسری مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے فرمایا اے حنیفہ! تمہیں میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم گوشہ نشینی کا خیال دل سے نکال دو۔

آپ بکثرت مشائخ متقدین کے استاذ ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم فضیل بن عیاض، داؤد طائی اور حضرت بشر حافی وغیرہ رحمہم اللہ نے آپ سے اکتساب وفیض کیا ہے۔ علماء کے درمیان یہ واقعہ مشہور ہے کہ آپ کے زمانہ میں ابوجعفر المنصور خلیفہ تھا اس نے یہ انتظام کیا کہ چار علماء میں سے کسی ایک کو قاضی بنا دیا جائے۔ ان چاروں میں امام اعظم رحمہ اللہ کا نام بھی شامل تھا بقیہ تین فرد، حضرت سفیان ثوری، صلہ بن الشیم اور شریک رحمہم اللہ تھے۔ یہ چاروں بڑے متبحر عالم تھے۔ فرستادہ کو بھیجا کہ ان چاروں کو دربار میں لے کر آئے چنانچہ جب یہ چاروں یکجا ہوکر روانہ ہوئے تو راہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا میں اپنی فراست کے مطابق ہر ایک کے لئے ایک ایک بات تجویز کرتا ہوں۔ سب نے کہا آپ جو تجویز فرمائیں گے درست ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا میں تو کسی حیلہ سے اس منصب قضا کو خود سے دور کردوں گا۔

صلہ بن الشیم خود کو دیوانہ بنالیں۔ سفیان ثوری بھاگ جائیں اور شریک قاضی بن جائیں۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوری نے اس تجویز کو پسند کیا اور راستے ہی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک کشتی میں گھس کر کہنے لگے مجھے پناہ دو لوگ میرا سر کاٹنا چاہتے ہیں۔ اس کہنے میں ان کا اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف تھا کہ "من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین۔ جسے قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ ملاح نے انہیں کشتی کے اندر چھپا دیا۔ بقیہ تینوں علماء کو منصور کے روبرو پہنچا دیا گیا۔ منصور نے امام اعظم کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ منصب قضا کے لئے بہت مناسب ہیں؟ امام اعظم نے فرمایا اے امیر میں عربی نہیں ہوں۔ اس لئے سردار عرب میرے حاکم بننے پر راضی نہ ہوں گے۔ منصور نے کہا اول تو یہ منصب نسبت و نسل سے تعلق نہیں رکھتا یہ علم و فراست سے تعلق رکھتا ہے چونکہ آپ تمام علمائے زمانہ سے افضل ہیں اس لئے آپ ہی اس کے لئے زیادہ موزوں و لائق ہیں۔ امام اعظم نے فرمایا میں اس منصب کے لائق نہیں۔ پھر فرمایا میرا یہ کہنا کہ میں اس منصب کے لائق نہیں اگر سچ ہے تو میں اس کے لائق نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے کو مسلمانوں کا قاضی نہیں بنانا چاہئے چونکہ تم خدا کی مخلوق کے حاکم ہو تو تمہارے لئے ایک جھوٹے کو اپنا نائب بنانا اور لوگوں کے اموال کا معتمد اور مسلمانوں کے ناموس کا محافظ مقرر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس حیلہ سے آپ نے منصب قضا سے نجات پائی۔

اس کے بعد منصور نے حضرت صلہ بن الشیم کو بلایا۔ انہوں نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اے منصور تیرا کیا حال ہے اور تیرے بال بچے کیسے ہیں؟ منصور نے کہا یہ تو دیوانہ ہے اسے نکال دو۔ اس کے بعد حضرت شریک کی باری آئی ان سے کہا آپ کو منصب قضا ملنا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا میں سودائی مزاج کا آدمی ہوں اور میرا دماغ بھی کمزور ہے۔ منصور نے جواب دیا اعتدال مزاج کے لئے شربت وشیرے وغیرہ استعمال کرنا تاکہ دماغی کمزوری دور ہو کر عقل کامل حاصل ہو جائے۔ غرضیکہ منصب قضا حضرت شریک کے حوالہ کر دیا گیا اور امام اعظم نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر کبھی بات نہ کی۔ اس واقعہ سے آپ کا کمال دو حیثیت سے ظاہر ہے ایک یہ کہ آپ کی فراست اتنی ارفع و اعلیٰ تھی کہ آپ پہلے ہی سب کی خصلت و عادت کا جائزہ لے کر صحیح اندازہ لگالیا کرتے تھے۔ اور دوسرے یہ کہ سلامتی کی راہ پر گامزن رہ کر خود کو مخلوق سے بچائے رکھنا تاکہ مخلوق میں ریاست و جاہ کے ذریعہ نخوت نہ پیدا ہو جائے۔ یہ حکایت اس امر کی قوی دلیل ہے کہ اپنی صلاحیت و سلامتی کے لئے کنارہ کشی بہتر ہے حالانکہ آج حصول جاہ و مرتبہ اور منصب قضا کی خاطر لوگ سرگرداں رہتے ہیں۔ کیونکہ لوگ خواہش نفسانی میں مبتلا ہو کر راہ حق و صواب سے دور ہو چکے ہیں۔ اور لوگوں نے امراء کے دروازوں کو قبلۂ حاجات بنا رکھا ہے اور ظالموں کے گھروں کو اپنا بیت المعمور سمجھ لیا ہے اور جابروں کی مسند کو "قاب قوسین اوادنیٰ" کے برابر جان رکھا ہے جو بات بھی ان کی مرضی

کے خلاف ہو وہ اس سے انکار کر دیتے ہیں۔

حکایت : غزنی میں ایک مدعی علم و امامت سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ گدڑی پہننا بدعت ہے، میں نے جواب دیا حشیشی اور دبیقی لباس جو کہ خالص ریشم کا ہوتا ہے جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے اس کو پہننا اور ظالموں کی منت و سماجت اور تملق و چاپلوسی کرنا تا کہ اموال حرام مطلب مل سکے کیا یہ جائز ہے؟۔ کیا شریعت نے اسے حرام نہیں کیا ہے؟ اسے بدعت کیوں نہیں کہتے؟ بھلا وہ لباس جو حلال ہو اور حلال مال سے بنا ہو وہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ اگر تم پر نفس کی رعونت اور طبیعت کی ضلالت مسلط نہ ہوتی تو تم اس سے زیادہ پختہ بات کہتے۔ کیونکہ ریشمی لباس عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام، اور جو دیوانے اور پاگل ہیں جن میں عقل و شعور نہیں ان کے لئے وہ مباح ہے۔ اگر ان دونوں باتوں کے قائل ہو کر خود کو معذور گردانتے ہو تو افسوس کا مقام ہے۔

حکایت : سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حبان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے بزرگ موجود ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ جن کا چہرہ نورانی اور بال سفید ہیں حضور کے رخسار مبارک پر اپنا رخسار رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کی برابر حضرت نوفل موجود ہیں جب حضرت نوفل نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف تشریف لائے اور سلام کیا میں نے ان سے کہا مجھے پانی عنایت فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا میں حضورؐ سے اجازت لے لوں۔ پھر حضور نے انگشت مبارک سے اجازت مرحمت فرمائی اور انہوں نے مجھے پانی دیا۔ اس میں سے کچھ پانی تو میں نے پیا اور کچھ اپنے رفقا کو پلایا لیکن اس پیالہ کا پانی ویسا کا ویسا ہی رہا کم نہیں ہوا۔ پھر میں نے حضرت نوفل سے پوچھا حضور کی داہنی جانب کون بزرگ ہیں؟۔ فرمایا یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور حضور کی بائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح میں معلوم کرتا رہا یہاں تک کہ 17 / بزرگوں کی بابت دریافت کیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو ہاتھ کی انگلیاں 17 / عدد پر پہنچ چکی تھی۔

حکایت: حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ این اطلبک" اے اللہ کے رسول آپ کو (روز قیامت) کہاں تلاش کروں؟" قال عند علم ابی حنیفہ" فرمایا ابو حنیفہ کے علم میں (یا) ان کے جھنڈے کے پاس۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ورع اور آپ کے فضائل و مناقب اس کثرت سے منقول و مشہور ہیں کہ ان سب کے بیان کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں مسجد نبوی شریف کے موذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کے سرہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بزرگ کو آغوش میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب شیبہ سے داخل ہورہے ہیں۔ میں نے فرط محبت میں دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو بوسہ دیا میں اس حیرت وتعجب میں تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں حضورؐ کو اپنی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت کا اندازہ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا یہ تمہارے امام ہیں جو تمہارے ہی ولایت کے ہیں۔ یعنی ابوحنیفہؒ اس خواب سے یہ بات منکشف ہوئی کہ آپ کا اجتہاد حضورؐ کی متابعت میں بے خطا ہے اس لئے کہ وہ حضور کے پیچھے خود نہیں جارہے تھے بلکہ حضورؐ خود انہیں اٹھائے لئے جارہے تھے۔ کیونکہ وہ باقی الصف یعنی تکلف وکوشش سے چلنے والے نہیں تھے۔ بلکہ فانی الصفت اور شرعی احکام میں باقی وقائم تھے۔ جس کی حالت باقی الصفت ہوتی ہے وہ خطا کار ہوتا ہے یا راہ یاب لیکن جب انہیں لے جانے والے حضورؐ خود ہیں تو وہ فانی الصفت ہوکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بقا کے ساتھ قائم ہوئے۔ چونکہ حضور سے خطا کے صدور کا امکان ہی نہیں اس لئے جو حضور کے ساتھ قائم ہو اس سے خطا کا امکان نہیں۔ یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔

حکایت : حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ جب حصول علم سے فارغ ہوگئے اور ان کا شہرۂ آفاق میں پھیل گیا اور یگانۂ روزگار عالم تسلیم کرلئے گئے: تب وہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب کیا کروں؟ امام اعظمؒ نے فرمایا 'علیک بالعمل فان العلم بلا عمل کالجسد بلا روح'' یعنی اب تمہیں اپنے علم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ بلا عمل کے علم ایسا ہے جیسے بلا روح کے جسم ہوتا ہے۔ عالم جب تک باعمل نہیں ہوتا اسے صفائے قلب اور اخلاص حاصل نہیں ہوتا۔ جو شخص محض علم پر ہی اکتفا کرلے وہ عالم نہیں ہے۔ عالم کے لئے لازم ہے کہ وہ محض علم پر قناعت نہ کرے کیونکہ عین علم کا اقتضا یہی ہے کہ باعمل بن جائے جس طرح کہ عین ہدایت، مجاہدے کی مقتضی ہے اور جس طرح مشاہدہ بغیر مجاہدے کے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح علم بغیر عمل کے سودمند نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم عمل کی میراث ہے علم میں نور ووسعت اور ان کی منفعت، عمل ہی کی برکت کا ثمرہ ہوتا ہے کسی صورت سے بھی علم عمل سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے کہ آفتاب کا نور کہ وہ عین آفتاب سے ہے اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔ یہی حال علم وعمل کے مابین ہے۔ ابتدائے کتاب میں علم وعمل پر کچھ بحث کی جاچکی ہے۔

ماخوذ: کشف المحجوب

وباللہ التوفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیاء اللہ کے ابتلاء کا سبب

از: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب و برگزیدہ بندوں کو مصائب و شدائد میں اس لئے ابتلا فرماتا ہے کہ وہ مخلوقات سے بیزار و برگشتہ ہو کر اس کی طرف زیادہ سے زیادہ رجوع کریں اور اس سے دعائیں مانگیں کیونکہ وہ ان کی دعاؤں اور عرض حاجات کو نہایت پسند فرماتا ہے اور ان کے سوالات کی قبولیت و اجابت کو دوست رکھتا ہے تاکہ اپنے جود و کرم کو انتہائی وسعت و فیاضی کے ساتھ ان پر صرف فرمائے جب ایسے برگزیدہ اولیاء اللہ تعالیٰ کے حضور عرض حاجات کرتے ہیں تو خود اللہ تعالیٰ کا جود و کرم بھی اللہ سے اجابت و قبولیت دعا کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ دعا قبول ہو جاتی ہے لیکن بعض اوقات عدم قبولیت کے باعث نہیں بلکہ کسی مصلحت الٰہی کے تحت اس کی تعمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے جو مومنین کے لئے اضطراب کی وجہ نہیں۔ پس ہونا یہ چاہئے کہ بندہ مصائب کے دوران ذکر الٰہی کا التزام کرے اور اوامر و نواہی کی پیروی اختیار کرے اور اپنی حاجات و ضروریات اللہ تعالیٰ کے حضور پے در پے عرض کرے۔ کیونکہ اسی نے ارشاد فرمایا ''ادعونی استجب لکم'' تم میرے حضور اپنی حاجات و ضروریات عرض کرو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔' نیز بندہ مصیبت و اذیت کے زمانہ میں عجز و تضرع اور خشوع و خضوع کو ہرگز نہ چھوڑے اور اس پر مداومت کرے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا بعض اوقات اللہ تعالیٰ مصائب و شدائد ہی کے ذریعہ مومن سے متواتر دعائیں کرانا چاہتا ہے اور غفلت و مصیبت کو اس سے دور کر کے اسے اپنا مقرب و پسندیدہ بنانا چاہتا ہے۔

(ماخوذ: فتح الغیب)

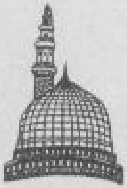

اَنْوَارُ الصُّوفِیَّہ

بنگلور

فہرست :

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	اغراض ومقاصد	۲
۲	پیش لفظ	۳
۳	حمد باری تعالیٰ	۴
۴	نعت شریف	۵
۵	آیات قرآنی شان حبیب الرحمٰن	۶
۶	کتاب الصلوٰۃ	۱۲
۷	سرالاسرار	۱۷
۸	معارف شمس وتبریز	۲۱
۹	توحید کے دس اصول	۲۷
۱۰	بوستان سعدی	۳۴
۱۱	دربیان ربط قلب	۳۷
۱۲	گلستان سعدی	۴۱
۱۳	فتوح الغیب	۴۷
۱۴	دیوان حافظ	۵۰
۱۵	عقیدۂ اہلسنت	۵۴
۱۶	امام اعظم ابوحنیفہؒ	۶۰
۱۷	اولیاءاللہ کے ابتلا کا سبب	۶۴